بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ط

دین و دنیا کی ترقی چاہتا ہے تو اگر
یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ ورد کر

شانِ فاضلی

مبنی بر

سوانح حیات، بیانات وکمالات اور انکشافات

جناب قبلہ عالم

حضرت فضل شاہ صاحب قطب عالم نوروالے

مرتبہ: عبدالقیوم ساقی

حصہ پنجم

صفحہ 386 تا 463

روکنے پر میں رک گیا۔ لیکن دل کی حالت عجیب تھی۔ دل میں بار بار حسرت ابھرتی کہ کاش یہ داخلہ نہ لینا ہوتا۔ تو ساہیوال پہنچنا نصیب ہو جاتا۔ حالانکہ حضور کے وقتوں میں نہ میں ساہیوال عرس شریف والی جگہ پر کبھی گیا تھا نہ لاہور میں گیا تھا۔ چنانچہ یہی حسرت لیے رات کو سویا تو قسمت جاگ اٹھی۔ دیکھا ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔ ذرا فاصلے پر میاں صاحب کے روضہ مبارک کا گنبد نظر آ رہا ہے۔ خوب رونق ہے۔ حضور کے بارے میں علم ہوا کہ مسجد کے سامنے والے کمرے میں ہیں۔ میں اس کمرے میں باادب داخل ہوا تو حضور تشریف فرما تھے۔ کافی محبین بھی تشریف فرما تھے۔ بندہ نے حضور کے ہاتھوں کو بوسہ دیا حضور نے خوش ہو کر پیار کیا اسی وقت فرمایا کہ سب حضرات باہر تشریف لے جائیں۔ جب حضور کے ہمراہ ہم سب حاضرین کمرے سے باہر آئے جونہی آخری صاحب باہر نکلے اس کمرے کی چھت گر پڑی۔ گویا حضور نے قبل از وقت علم عطا فرما کر حفاظت فرمائی۔ چھت کے گرنے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ صبح سحری کا وقت تھا۔ دل کی تمنا پوری ہوگئی زیارت ہوگئی تو دل کو قدرے آرام آ گیا۔ جب کافی عرصہ بعد حضور کا وصال ہو چکنے کے بعد ساہیوال عرس مبارک پر حاضر ہوا وہ راستے کے ساتھ والا کمرہ واقعی گرا ہوا تھا۔ خدا جانے کس طرح اس کی چھت گری ہوئی تھی۔ یہ تحقیق نہ کر سکا۔ بہر حال بندہ کا مقصد حل ہو گیا خواب میں آپ کی زیارت سے دل کو سکون نصیب

ہوا عرس میں بھی شامل ہوا۔

۱۰۶۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب میانچنوں والے فرماتے ہیں کہ لاہور میں ملازم حضرات جو حضور کے محبین تھے آپ ان سے فرماتے کہ تنخواہ اپنے گھروں کو بھیج دیا کریں۔ اور رہائش ہمارے پاس رکھیں۔ آپ کا خرچ ہم دیا کریں گے۔ چنانچہ رات دن وہیں پر رہتے اور خرچ حضور دیتے۔

۱۰۷۔ جناب سلطان احمد صاحب لاہوری بتاتے ہیں کہ داتا صاحب کا عرس تھا میں نے اپنی بیوی کو مغرب کے وقت کہا کہ ٹی وی چلاؤ۔ شاید داتا صاحب کے عرس کی محفل شروع ہو۔ بیوی نے ٹی وی چلایا محفل شروع تھی۔ نعت خوان ابھی صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا کہ بیوی نے بتایا کہ حضور فضل شاہؒ تشریف لائے ہیں۔ حالانکہ باہر والا گھر کا دروازہ بھی بند تھا۔ میں اندر کمرہ میں تھا۔ حضور تشریف لائے ایک بزرگ اور بھی ساتھ تھے۔ کمرہ میں بیٹھ گئے مجھ سے فرمانے لگے کہ ہم داتا صاحب کے پاس گئے تھے فارغ ہو کر آنے لگے تو داتا صاحب فرمانے لگے کہ حضور سیدھے ڈیرہ پاک پر جائیں گے یا کہیں اور بھی پہلے جانا ہے۔ ہم نے کہا ہم پہلے سلطان صاحب کے گھر جائیں گے پھر ڈیرہ پاک جائیں گے تو داتا صاحب نے فرمایا ہمیں ساتھ لے جائیں اب یہ داتا صاحب ہمارے ساتھ آئیں ہیں۔ اب خیریت معلوم ہوگئی۔ اب ہم جاتے ہیں۔ پھر حضور داتا صاحب کے ہمراہ چلے گئے۔ اس وقت معلوم ہوا

یہ ساتھ والے داتا صاحب تھے۔ حضور کی کتنی مہربانی کی ہم غریبوں کی خبر گیری کر رہے ہیں۔ نور والے نور والے

ارشادات عالیہ

۱) کوئی علم کسب سے کسی انسان کو صراطِ مستقیم پر نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ وہ خود صراطِ مستقیم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ علمِ کسب کثافت کے ساتھ تعلق رکھا ہے اور صراطِ مستقیم لطافت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

۲) جب تک کسی انسان کا کسی سے غرض و غایت کا تعلق ہوتا ہے تو اسے اچھا کہا جاتا ہے جب غرض و غایت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے پھر اسے برا کہنا شروع کر دیتا ہے۔

۳) جس انسان میں تضاد اور اختلاف ہو وہ اقرار پر پورا نہیں رہتا اور جو اقرار پر پورا نہ رہے، اس کا قول حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔

۴) جب کسی انسان کو دین میں بلندی عطا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے سے بلند کو دیکھ کر اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہے یہ نیک بندوں کی نشانی ہے۔ لیکن جب کسی انسان کو دنیا کی بلندی عطا ہوتی ہے۔ وہ کسی کو اپنا ثانی نہیں سمجھتا۔

۵) انسان جتنا صادق ہوتا ہے، اس کا علم بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔

۶) جو انسان حق سے گزر جائے، اس کا ساتھ حق کا نہیں ہوتا۔

۷) دنیا کا کام ہو یا دین کا، حق سے ادائیگی ہونی چاہیے۔ کیونکہ جو انسان حق پر نہ رہے گا وہ حق کو نہ پا سکے گا۔

۸) وہی انسان اللہ کی حمد کا حق ادا کر سکتا ہے۔ جس کی زبان برائی سے پاک ہو۔ برائی سے پاک زبان اس انسان کی ہو سکتی ہے، جس میں تضاد نہ ہو

۹) نیکی کا ثمرہ جب ہو گا، نیکی ہی ہو گا۔

۱۰) جس علم میں خوف موجود ہو، وہ علمِ الٰہی ہے۔ جس علم میں خوف نہ ہو، وہ علمِ کسب ہے۔

۱۱) جب تک انسان تعین سے پاک نہ ہو، شرک سے پاک نہیں ہوتا۔ جو انسان تعین سے پاک ہوتا ہے، وہ کامل ہو جاتا ہے اور جو انسان حال پر تعین سے پاک نہ ہو، وہ نامکمل رہتا ہے۔

۱۲) ہر آواز کو آوازِ حق جاننے والے میں تضاد رہتا ہے اور نہ اختلاف رہتا ہے۔

۱۳) توبہ کرنا آسان ہے۔ عادت سے باز رہنا مشکل ہے۔ جس عمل سے توبہ کی جائے، اس سے باز رہے تو توبہ ہے۔

۱۴) اللہ کی مخلوق کے ذاتی معاملات میں دخل دینا یہ حماقت ہے۔ ذاتی معاملات سے پرہیز کرنا یہ شرافت ہے۔

۱۵) انسان کے اندر غرض و غایت کی جتنی غلامی ہے اس سے بڑی اور غلامی نہیں۔ جو انسان غرض و غایت کی غلامی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے سب کام ہی نامکمل رہتے ہیں۔

۱۶) جو انسان غرض و غایت کے متوالے ہیں اگر ان کے ساتھ بھلائی کی جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ان کا کوئی ذاتی منشا ہے اس لیے وہ وہاں سے بھی ناکام رہتے ہیں اور حقیقی منشاء کو نہیں پہنچتے۔

۱۷) بزرگانِ دین سے بے معنی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اپنا حال بیان کرنا چاہیے۔

۱۸) دین کے راستے میں اگر دنیا حائل ہوتی ہو تو دنیا کو قربان کر دینا چاہیے۔ دنیا کے راستے میں اگر دین حائل ہوتا ہو تو اس دنیا سے گزر جانا چاہیے۔

۱۹) انسان جہاں ہو، مقصود وہیں ہے۔

۲۰) عام لوگ ماضی کی یاد میں رہتے ہیں۔ مستقبل کی تلاش میں رہتے ہیں مقصود حال ہے حال سے وہ بے خبر رہتے ہیں۔

۲۱) جس وجود سے خیرات جاتی رہے وہ وجود بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ جس ملک سے خیرات جاتی رہے وہ ملک بے حقیقت ہو جاتا ہے۔

۲۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے فی سبیل اللہ معاملہ کرنا یہ مقامِ ولایت ہے

۲۳) وہ عمل بے جان ہے، جس میں محبت اور تڑپ نہ ہو۔
۲۴) دین بات نہیں حقیقت ہے۔
۲۵) بزرگان دین بات نہیں بتاتے، کام بتاتے ہیں۔
۲۶) اہلِ حق کی لڑائی بھی حق کے لیے ہوتی ہے، صلح بھی حق کے لیے ہوتی ہے۔
۲۷) نفاق غیر کا شیوہ ہے، صلح خیر کا شیوہ ہے۔
۲۸) بے خبر احسان کو بھول جاتا ہے۔ باخبر محسن کے تابع رہتا ہے اور احسان کو یاد رکھتا ہے۔
۲۹) چاہت، ندامت اور خوشامد ہے اللہ کے مقابل کسی شے کی چاہت کی جائے تو وہی انسان شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے۔
۳۰) شرافت موجود نہ ہو تو شرف عطا نہیں ہوگا، شرف نہ ہو تو بلندی نہیں ہوگی۔
۳۱) فن کو فنا ہے، علمِ الٰہی کو فنا نہیں، فن ضرورت کا تابع ہے علمِ الٰہی رضا کے تابع ہے۔
۳۲) وقت انسان کا سرمایہ ہے جو انسان اپنے وقت کو بزرگانِ دین کی معیت میں گزار دے گا۔ اس کا وقت اس کے لیے سرمایہ حیات بن جائے گا۔ جو انسان ایسا نہ کرے گا، اس کا وقت ضائع ہو جائے گا۔

۳۳) جو عطا ہو اس کا اظہار کر دینا چاہیے۔ عطا کا اظہار ہی منشا ہے، اگر عطا کا اظہار نہ کیا جائے گا تو انسان معنوں کے اعتبار سے حق سے گزر جاتا ہے کیونکہ اس نے حق کو ادا نہیں کیا۔

۳۴) جہل کا اثر جاہل پر ہی ہوتا ہے، عالم کے علم کا اثر اپنی ذات پر بھی ہوتا ہے اور مخلوق اللہ پر بھی۔

۳۵) جس پر احسان کرو، اللہ کے لیے کرو۔

۳۶) جو لوگ قرآن پاک کے مطابق ہو جاتے ہیں ان کی حقیقت دین ہے جو لوگ قرآن پاک کو اپنے مطابق بنا لیتے ہیں ان کی حقیقت دنیا ہے۔

۳۷) عقل چراغِ راہ نہیں، صداقت چراغِ راہ ہے۔

۳۸) جذبہ دنیا ہو تو فانی ہے، جذبہ دین ہو تو باقی ہے۔

۳۹) مناظرہ جب بھی ہوتا ہے، کمی علم کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفس کی شوکت کے لیے ہوتا ہے۔

۴۰) مطابق کی مطابقت کے معنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ مخالف کی مطابقت مروت ہے۔

۴۱) خیر حال پر موجود ہوتا ہے، غیر کو دعوت دی جاتی ہے۔

۴۲) مومن جہاں ہو اسے دو کام ہوتے ہیں، سبب دنیا اور حقیقت دین کافر جہاں ہو اسے ایک کام ہوتا ہے سبب دنیا۔

۴۳) محبّ کسی عمل سے نہیں، صرف محبت سے بنتا ہے۔

۴۴) مستقبل میں جنتی وہی ہوگا، جو حال پر جنتی ہوگا کیونکہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

۴۵) جو خیر کو قبول نہ کرے، غیر اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔

۴۶) جو اپنی حفاظت خود نہیں کرتا، اس کی تسلیم بے معنی ہے۔

۴۷) جس ماضی کا حال شاہد نہ ہو، اس کی نفی ہو جاتی ہے۔

۴۸) محبّ محبوب کی خلوت ہے، محبوب، محبّ کی جلوت ہے۔ محبّ، محبوب سے اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔ شرطِ محبت ہی نہیں کہ محبّ، محبوب سے اپنی کوئی صورت رکھے، جلوت اور خلوت میں۔

۴۹) انسان جہاں بے خوف ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً وہی خوف کا مقام ہوتا ہے۔ خوف رکھنے والا باخبر ہوتا ہے، بے خوف بے خبر ہوتا ہے۔

۵۰) ماننے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں، دین و دنیا میں۔ نہ ماننے والے دین میں بھی ناکام رہتے ہیں، دنیا میں بھی۔

۵۱) جس سبب کا نتیجہ دنیا ہو، وہ سبب ناقص ہے۔ جس سبب کا نتیجہ دین ہو، وہ سبب کامل ہے۔

۵۲) انسان جب تک باحقیقت نہ ہو، مقصود سے دور رہتا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ زبان پاک ہو، ہاتھ امین ہو اور قدم طیب ہو۔

۵۳) صاحبِ حق سے محبت ہے تو حق کی ادائیگی ممکن ہے، ورنہ نہیں۔

۵۴) عمل ہو تو علم کا دروازہ کھلتا ہے، ورنہ نہیں۔

۵۵) جو انسان بزرگانِ دین کے ساتھ محبت رکھتا ہے، اس کے دل کو شگفتگی اور زبان کو گویائی کا خطاب عطا ہو جاتا ہے۔

۵۶) نتائج منجانب اللہ ہوتے ہیں جو اپنے حال کی اصلاح کرے گا، دین و دنیا کی فلاح پائے گا۔

۵۷) حقیقت کسی حال میں ضائع نہیں ہوتی، ہر حال میں موجود رہتی ہے۔

۵۸) محبّ، محبوب کی جان ہے اور محبوب، محبّ کی شان ہے۔ اللہ کا کلام قرآن ہے۔

۵۹) راستہ پوچھنے سے طے نہیں ہوتا، راہ والوں کا ساتھ ہو جائے، تو راستہ طے ہو جاتا ہے۔

۶۰) حال ہمیشہ صاحبِ حال سے عطا ہوتا ہے اور حال پر عطا ہوتا ہے۔

۶۱) شنید ہی انسان کو خیر کی طرف لے جاتی ہے اور شنید ہی انسان کو غیر کی طرف لے جاتی ہے۔ خیر کا ساتھ ہو تو خیر کی طرف چلا جاتا ہے، غیر کا ساتھ ہو تو غیر کی طرف چلا جاتا ہے۔

۶۲) آیت کی اطاعت کرنا یہ اللہ کی رضا ہے۔ حال سے لگ جانا یہ محبوب کی اتباع ہے اور انعام والوں کی راہ ہے۔

۶۳) انسان جب تک خواہش اور غرض و غایت سے پاک نہ ہو وہ انعام یافتہ نہیں ہوتا۔ نہ وہ انعام یافتہ کی راہ پر ہوتا ہے اور نہ وہ انعام یافتہ کی صف میں شمار ہوتا ہے۔

۶۴) انسان کو ہر مقام پر صلاحیت کا پہلو رکھنا چاہیے۔ صلاحیت صالح سے عطا ہوتی ہے۔

۶۵) انسانوں سے خواہش اور ذاتی غرض و غایت کے لیے میل جول کرنا یہ اعمالِ نفس ہے اور دنیا ہے۔ میل جول اس سے پاک ہو تو یہ اعمالِ دین ہے۔

۶۶) قول کی حد تک نفس راضی رہتا ہے جب عمل کی حد شروع ہوتی ہے تو نفس بھاگتا ہے کیونکہ عمل نفس کے لیے گراں ہے۔

۶۷) مخالف بے راہ ہے، مطابق راہ پر ہے، راہ کی حقیقت رحمت ہے اور رحمت راہ والوں پر ہے۔ بے راہ دنیا میں بھی ناکام ہے اور دین میں بھی۔

۶۸) ہدایت، صاحبِ ہدایت سے عطا ہوتی ہے، اور حال پر عطا ہوتی ہے۔

۶۹) عام کے ساتھ رل جاؤ، خاص کے ساتھ گھل جاؤ اور خاص الخاص کے ساتھ مل جاؤ۔ یہ ملنا، میل جول سے تعلق رکھتا ہے۔ اس صورت میں فلاح و برکت موجود ہے۔

۷۰) ہادی، کسی بندے کا نام نہیں ہے ایک پیغام کا نام ہے اور نور ہدایت ہادی کا مقام ہے۔

۷۱) محبت وہ ہے جو حق کے ساتھ تعلق رکھتی ہو، علم وہ ہے جو خوف کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

۷۲) عقل کا معیار صداقت ہے۔ جس عقل کی صداقت شاہد ہو وہ حق ہے۔ جس عقل کی صداقت شاہد نہ ہو، وہ حق نہیں ہے۔

۷۳) صاحبو! فیض ڈھونڈنے سے عطا نہیں ہوتا۔ فیض، فیضیاب سے عطا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو، فیض کسبی نہیں ہے، عطائی ہے۔

۷۴) جو انسان صاحبانِ حال نہیں ہوتے، ان کے قول میں تضاد ہوتا ہے اور عمل میں اختلاف ہوتا ہے۔ حال جب بھی عطا ہوتا ہے صاحب حال سے عطا ہوتا ہے۔

۷۵) صاحبو! ایسے سامان کی خرید و فروخت کرنی چاہیے جو دنیا اور آخرت میں کام آسکے۔ وہ ہے صداقت۔ صداقت کیا ہے؟ اللہ کا مال اللہ کی مخلوق پر لگانا۔

۷۶) جس قوم میں دولت کی فراوانی ہو جائے، اس میں شجاعت نہیں رہتی۔

۷۷) صاحب حال کا قول عمل کے لیے دعوت ہے اور عمل علم کے لیے دعوت ہے۔ یہ بھی یاد رکھو قول بذات خود علم نہیں ہے علم تو عمل کا نتیجہ ہے۔

۷۸) صاحبو! حیوان ناطق نہ بنو، قرآن ناطق بنو۔

۷۹) قرآن پاک مومن کی شان ہے مومن کا عمل قرآن پاک کی تسلیم ہے

مومن کا علم قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ مومن کا اخلاص انعام ہے۔

۸۰) صراطِ مستقیم پر رہنے والے میں نہ تضاد ہوتا ہے اور نہ اختلاف ہوتا ہے۔

۸۱) جس انسان میں ہدایت اور نور کی جلوہ گری ہو اس کے ساتھ اگر کوئی برائی کرے تو وہاں برائی اس طرح حلول ہو جاتی ہے جس طرح رات دن میں حلول ہو جاتی ہے۔ اندھیرا روشنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

۸۲) انسان کا حق ہے کہ انسان کے ساتھ بھلائی کرے انسان کے ساتھ کی جائے تو وہ راہِ راست پر آ جاتا ہے۔ اگر وہ راہِ راست پر نہ آئے تو جو بھی اس کے ساتھ بھلائی کی جاتی ہے اس سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

۸۳) زبان پاک ہو جائے تو عامل ہو جاتا ہے دل طیب ہو جائے تو کامل ہو جاتا ہے، معیت میں رہے تو مکمل ہو جاتا ہے۔

۸۴) عبادت کی حقیقت قول نہیں اعمال ہے۔ قول تو اعمال کا بلاوا ہے۔ عبادت کو قول سے ادا کیا جائے تو حق ادا نہیں ہوتا۔ اعمال سے ادا کیا جائے تو حق ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ جس قول کا اعمال شاہد نہ ہو وہ قول سچا ثابت نہیں ہوتا۔ قول کی حقیت اقرار ہے، اعمال کی حقیقت اقرار پر پورا رہنا ہے۔

۸۵) معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا، اللہ کی مخلوق کے ساتھ اللہ کے لیے معاملہ کیا جائے تو اللہ کا ساتھ ہوتا ہے۔ خواہش اور غرض و غایت کے لیے کیا جائے تو

غیر کا ساتھ ہوتا ہے۔

۸۶) دوست کی دوستی کو خواہش اور غرض وغایت پر قربان نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی خواہش اور غرض وغایت کو دوستی پر قربان کر دینا چاہیے۔ پھر دوستی کا حق ادا ہوتا ہے۔

۸۷) صاحبو! جس درجے کی توفیق نہ ہو اس کا اقرار نہیں کرنا چاہیے۔

۸۸) صاحبو! گناہ جب بھی ہوتا ہے خواہش سے ہوتا ہے۔ جو اللہ کے فرمان کو سن لیتا ہے وہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہاں گناہ کا مقام ہی نہیں رہتا۔ جو سن لیتا ہے اس پر کرنے کا مقام آ جاتا ہے۔ پہلے سننا ہے اس کے بعد کرنا ہے، اس کے بعد جاننا ہے۔

۸۹) جس انسان کا قول تضاد سے پاک ہو اور اعمال اختلاف سے پاک ہوں اسے صراط مستقیم پر استقامت سے رہنے کی توفیق عطا ہو جاتی ہے جس کا یہ حال نہ ہو اس کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔

۹۰) مذہب کی حقیقت تضاد اور اختلاف ہے۔ دین اسلام میں نہ تضاد ہے اور نہ اختلاف ہے۔

۹۱) انسان کو عمل سے قول کی اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی جب تک اس کو علم عطا نہ ہو۔

۹۲) بزرگانِ دین کے نہ قول میں تضاد ہوتا ہے اور نہ اعمال میں اختلاف

ہوتا ہے۔

۹۳) صاحبو! اللہ کے بندوں کو جو مصائب و آلام ہوتے ہیں وہ نہ ان کے قول کی وجہ سے اور نہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ان کو مزید انعام دینا مقصود ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

۹۴) جو انسان اللہ کے فرمان پر نظر رکھتا ہے وہ صاحب نظر ہو جاتا ہے اسے حال پر نظر بصیرت عطا ہو جاتی ہے اور جو انسان اللہ کے فرمان پر نظر نہیں رکھتا، وہ حال پر بھی اندھا ہے اور آخرت پر بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔

۹۵۔ جس انسان پر صحبت کا اثر نہ ہو اس کو سمجھنا چاہیے کہ صحبت تو صالح ہے مگر میں صالح نہیں ہوں۔

۹۶) خواہش غیر کا اڈا ہے، جو انسان خیر کو قبول کر لیتا ہے وہاں غیر کا مقام ہی نہیں آتا۔

۹۷) محبت ایک ایسا حق ہے جو صداقت سے ادا ہوتا ہے محبت نہ ہو تو حق ادا ہی نہیں ہوتا۔

۹۸) انسان کو ہر مقام پر تضاد اور اختلاف سے پاک رہنا چاہیے۔ یاد رکھو تضاد اور اختلاف جہاں بھی آ جاتا ہے وہاں ابلیس کا تسلط ہو جاتا ہے۔

۹۹) جس قول سے تکبر پیدا ہو وہ قول مصائب و آلام کی ابتدا ہے اور جس

عمل سے تکبر پیدا ہو، وہ عمل ناقص ہے۔ ناقص عمل سے توبہ کرلینی چاہیے۔

۱۰۰) جو انسان مصائب و آلام میں ہو حال پر، اس کی طبیعت اچھی نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ اسے جسمانی مرض ہوتا ہے یا روحانی مرض ہوتا ہے۔ اسے جسمانی طبیب کے پاس حاضر ہو جانا چاہیے۔ یا روحانی طبیب کے پاس حاضر ہو جانا چاہیے۔ بزرگانِ دین طبیب جسمانی بھی ہوتے ہیں اور طبیب روحانی بھی ہوتے ہیں۔

۱۰۱) شریعت شاہراہ ہے، جو شریعت کو قبول نہ کرے وہ بے راہ ہے۔

۱۰۲) اللہ تعالیٰ جس انسان پر کرم کرنا چاہتا ہے، جس پر پہلے کرم کیا ہوا ہو اسے اس کے قریب کر دیتا ہے۔

۱۰۳) جنہیں قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ راحت ان کے لیے راستہ بن جاتی ہے اور صراطِ مستقیم کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

۱۰۴) شر جب بھی ہوتا ہے شے کی خواہش سے ہوتا ہے، انسان شے کی خواہش سے پاک ہو جائے تو شر سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے شر سے وہی انسان پاک رہ سکتا ہے جو خواہش سے پاک ہو۔

۱۰۵) خواہش اور غرض و غایت جس انسان میں موجود ہو اسے اپنے سچا ہونے کے لیے نہ قرآن پاک کو پیش کرنا چاہیے اور نہ حدیث پاک کو۔ قرآن پاک کو اس وقت پیش کرنا چاہیے جب خواہش اور غرض سے پاک ہو۔ اسی

لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ؀

۱۰۶) انسان جسے بھی چاہتا ہے، خواہش اور غرض و غایت سے چاہتا ہے۔ بزرگانِ دین جسے چاہتے ہیں خواہش اور غرض و غایت سے پاک چاہتے ہیں

۱۰۷) بزرگانِ دین کے دربارِ پاک پر حاضری کا منشاء یہی ہے، کہ ان کی معیت عطا ہو جائے۔ جس کی یہ نیت اور منشاء ہی نہیں وہ ناکام ہی رہے گا۔ اس حال پر بھی اور اس حال پر بھی۔

۱۰۸) خبردار اور بےخبر کی پہچان یہ ہے کہ خبردار جہاں سے اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔ اس سے منع رہتا ہے اور بےخبر جس سے منع کیا ہوا ہے، منع سمجھتا ہے مگر منع رہتا ہے اس سے وہ ہو جاتا ہے۔

۱۰۹) برے کے ساتھ برا نہ ہونا یہ نیکی ہے، برے کی برائی سے دور رہنا یہ پرہیزگاری ہے۔

۱۱۰) جس انسان میں عظمت نہ ہو، اسے عظمت کا پتہ نہیں چلتا اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ عظمت، صاحبِ عظمت سے عطا ہوتی ہے اور حال پر عطا ہوتی ہے۔

۱۱۱) مذہب جب بھی بنتا ہے خواہش اور غرض و غایت سے بنتا ہے۔ دین جب بنتا ہے خواہش اور غرض و غایت سے پاک ہو تو بنتا ہے۔

۱۱۲) پاک انسان کے جتنے بھی کام ہیں وہ سب پاکی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

۱۱۳) صداقت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی، جب تک محبت نہ ہو محبت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک اللہ کے محبوب کا رخ نہ ہو اور حال پر بزرگان دین سے میل جول نہ ہو۔ بزرگان دین کی شان یہ ہے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔

۱۱۴) جلوت، خلوت کے لیے ہے۔ خلوت جلوت کے لیے ہے۔ یہ بھی سن لو خلوت کی پاکی سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچتا ہے جلوت کی پاکی سے مخلوق اللہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ حق ہے۔

۱۱۵) مجاز پر جب حقیقت کا رنگ چڑھ جاتا ہے وہ زندگی با حقیقت ہو جاتی ہے۔ ورنہ بے حقیقت رہتی ہے۔ جس طرح درخت کو پیوند لگا دیا جاتا ہے تو اسی کا پھول اسی کے ڈال اور پتے نکل آتے ہیں۔

۱۱۶) جو وقت عطا کرنے والے نے عطا کیا ہے حال پر اس کو حال کہتے ہیں

۱۱۷) جس عمل میں رضا نہ ہو وہ عمل ناقص ہے جس عمل میں رضا ہو وہ کامل ہے۔

۱۱۸) کوئی کام کیا جائے جتنے افراد جماعت کے ہوں سب کو بتانا چاہیے۔ چھوٹوں کو اس لیے بتایا جائے گا کہ ان کو صلاحیت عطا کرنی ہوتی ہے بڑوں کو

اس لئے بتایا جائے گا کہ ان سے صلاحیت لینی ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوگا تو باوجود سب کچھ ہونے کے سب ناکام رہیں گے۔

۱۱۹) انسان کو اپنی ذاتی اور صفاتی معصیت سے خبردار رہنا چاہیے۔ خواہش ذاتی معصیت ہے۔ غرض وغایت صفاتی معصیت ہے۔ خواہش شرک ہے۔ غرض وغایت حجاب ہے۔

۱۲۰) جسے زہد عطا ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات سے ذات ہو جاتا ہے۔ زہد کیا ہے؟ پاکی۔ خواہش سے پاک رہنا یہ ذاتی زہد ہے۔ غرض و غایت سے پاک رہنا یہ صفاتی زہد ہے۔

۱۲۱) معاملہ دنیا کا ہو یا دین کا، خواہش اور غرض وغایت سے پاک ہوگا تو وہ دین بنے گا۔ خواہش اور غرض وغایت کے ساتھ ہوگا تو دنیا بنے گا۔ دنیا کی حقیقت دوری ہے۔ دین کی حقیقت حضوری ہے۔

۱۲۲) شنید ہی انسان کو باحقیقت کرتی ہے، شنید ہی انسان کو بے حقیقت کرتی ہے۔ دنیا کی شنید دوری پیدا کرتی ہے۔ دین کی شنید حضوری پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا پہلا درجہ سننے کا رکھا ہے۔

۱۲۳) جو انسان اپنی تجویز کے ساتھ رہے وہ ہدایت سے دور رہے گا۔ جو انسان اپنی تجویز سے پاک رہے ہدایت اس کی شاہد ہوگی۔

۱۲۴) جس کی محبت پر اللہ کا محبوب ؐ شاہد ہو جاتا ہے وہ محبّ ہو جاتا ہے اور

محبوب ہو جاتا ہے۔ محبت سے جسے اللہ کا محبوبؐ دیکھ لیتا ہے وہ محبوب کا محبوب ہو جاتا ہے۔

۱۲۵) جسے راہبر حق مل جاتا ہے اسے راہ حق مل جاتا ہے۔

۱۲۶) جس نے بزرگان دین کے در کو دیکھ لیا اس نے سب کچھ دیکھ لیا۔

۱۲۷) غیر کے جتنے مقام ہیں وہ سب دوری کے ہیں۔ خیر کے جتنے مقام ہیں وہ سب حضوری کے ہیں۔

۱۲۸) ہر انسان کو ہر مقام پر صلاحیت کا پہلو رکھنا چاہیے صلاحیت کا پہلو کیا ہے؟ جو حال پر صالحین موجود ہوں ان سے میل جول ہو۔

۱۲۹) جس سبب کا نتیجہ رب ہو، وہ سبب کامل ہے۔ جس سبب کا نتیجہ دنیا ہو وہ سبب ناقص ہے۔

۱۳۰) جب تک انسان باحقیقت نہ ہو ظن اور گمان سے پاک نہیں ہوتا۔ اور مقصود سے دور رہتا ہے۔ باحقیقت زندہ ہے بے حقیقت مردہ ہے۔

۱۳۱) جس انسان کا فرمانِ الٰہی حال ہو جائے، وہ باحقیقت ہو جاتا ہے۔ جس کا فرمانِ الٰہی حال نہ ہو وہ حقیقت سے دور رہتا ہے۔

۱۳۲) جہاں حال موجود نہ ہو، وہاں ظن اور گمان موجود ہوتا ہے۔ جہاں حال موجود ہو، وہاں حقیقت اور حق موجود ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو۔ صاحبو! اعمال سے پہلے قول ہے اور اعمال کے بعد حال۔ قول شریعت ہے اعمال

طریقت ہے حال حقیقت ہے معرفت تصرف ہے۔

۱۳۳) جس کی بات ہو اس کے ساتھ قرب نہ رکھنا یہ محبت کی کمی ہے۔ محبت میں جس قدر کمی ہو ، اتنی ہی اعمال میں کمی آجاتی ہے ۔

۱۳۴) بات اس وقت تک مانی نہیں جاسکتی ، جب تک بات والے کو نہ مانا جائے اللہ کے محبوب کی بات کو مانا جائے ، تو یہ اطاعت ہے۔ اللہ کے محبوبؐ سے اعمال عطا ہو تو اتباع ہے۔

۱۳۵) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو ہدایت اور نور تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ جسے ہدایت اور نور عطا ہو جائے ، وہ بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

۱۳۶) مطابق کے مطابق رہنا یہ اخلاق ہے۔ نامطابق کے مطابق رہنا یہ مروت اور عظمت ہے۔

۱۳۷) محبّ ہر مقام پر محبوب کو ہی دیکھتا ہے۔ اس لئے اس کا معاملہ ہر مقام پر درست رہتا ہے۔ یہ ہے تسخیر کی حقیقت۔

۱۳۸) ماضی کیساتھ جو بھی لگ جاتا ہے۔ وہ ماضی ہو جاتا ہے۔ اور حال سے دور ہو جاتا ہے۔ وہ صداقت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے دی گئی مہلت کو قول میں ہی ضائع کر لیتا ہے۔

۱۳۹) ظاہری حسن کو زوال ہے۔ حقیقی حسن کو زوال نہیں۔ کیونکہ حقیقی حسن

معیت حق سے عطا ہوتا ہے۔

۱۴۰) جو ذاتی تضاد سے پاک نہ ہو، اس کی نظر کثافت سے آگے جا ہی نہیں سکتی لطافت کا مشاہدہ اس کے بس کی بات ہی نہیں ہوتی۔

۱۴۱) سادگی کی عظمت یہ ہے، کہ کوئی شے راستے میں حائل نہیں ہوتی۔

۱۴۲) عطا کرنیوالے کی رضا مقصود ہو تو رخ خیر ہے ورنہ غیر ہے۔

۱۴۳) متوکل مال پر حاوی ہوتا ہے۔ مال متوکل پر حاوی نہیں ہوتا۔

۱۴۴) حق نہ خواہش ہے نہ غرض و غایت۔

۱۴۵) عام مصائب و آلام میں پس جاتے ہیں ۔خاص پاک ہو جاتے ہیں خاص الخاص کو مزید رفعت عطا ہو جاتی ہے۔

۱۴۶) ہر وہ قول مردہ ہے، جس کا عمل شاہد نہ ہو۔

۱۴۷) کامیابی کی حقیقت نہ علم کسب سے ہے، اور نہ دنیاوی مال وجاہ سے ہے کامیابی کی حقیقت صبر اور رضا ہے۔

۱۴۸) انسان کی خلوت اور جلوت میں خواہش اور غرض و غایت نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ اس کے لئے وہی حجاب بن جاتی ہے۔

۱۴۹) دین باتوں کا نام نہیں ہے، باتوں سے علم کسب پیدا ہوتا ہے ۔اور مذہب بنتا ہے۔ دین کی ابتدا میل جول سے ہے۔ میل جول بھی مردان خدا سے ہو تو۔

۱۵۰) مذہب جب بھی بنتا ہے، خواہش اور غرض وغایت سے بنتا ہے دین جب بھی عطا ہوتا ہے۔ خواہش اور غرض وغایت سے پاک ہو تو عطا ہوتا ہے اور صاحب دین سے عطا ہوتا ہے۔ اور کوئی راستہ ہی نہیں۔

۱۵۱) مدینہ کا مطلب ہے، جہاں سے دین عطا ہو۔

۱۵۲) اخلاص اور اخلاق یہ دونوں صفتیں اولیٰ ہیں۔ اخلاق حال کے ماتحت ہوتا ہے۔ اخلاص کے مطابق حال ہوتا ہے۔ حال ہو تو اخلاق پیدا ہوتا ہے، اگر حال نہ ہو تو اخلاق پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اخلاص ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اخلاق اللہ کی مخلوق کیساتھ تعلق رکھتا ہے۔

۱۵۳) عشق کی بہار میں خزاں نہیں ہے۔ اور سب بہاروں میں خزاں ہے۔ عشق حقیقی ہو تو عشق کی بہار عطا ہوتی ہے۔ عشق حقیقی نہ ہو تو بہار عارضی ہوتی ہے۔

۱۵۴) بندگی سے بندہ بنتا ہے۔

۱۵۵) جو انسان صدق سے اللہ کے فرمان کو مانتا ہے اور اس پر پورا رہتا ہے۔ وہ کامل ہو جاتا ہے۔ اور صادق ہو جاتا ہے۔

۱۵۶) جو انسان خواہش اور غرض وغایت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کے اعمال میں اتنی طغیانی آجاتی ہے۔ کہ اس کیلئے قطرہ سمندر اور ذرہ پہاڑ ہو جاتا ہے۔

۱۵۷) انسان شکل وصورت سے حسین نہیں ہوتا۔جس کو علم الٰہی عطا ہو جائے ،وہ حسین ہوتا ہے۔کیونکہ یہ حسن دائمی ہے،باقی حسن عارضی ہیں

۱۵۸) تسکین کسی عمل سے عطا نہیں ہوتی ،تسکین جب بھی عطا ہوتی ہے،صاحب تسکین سے عطا ہوتی ہے۔

۱۵۹) حجاب جب بھی ہوتا ہے،علم کی کمی سے ہوتا ہے۔

۱۶۰) علم الٰہی انسان کو ہر مقام پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

۱۶۱) عادت سے جو انسان پاک ہو جائے وہ معصوم ہو جاتا ہے۔

۱۶۲) جب کسی کو کوئی چیز دو،تو اس میں اجر کی نیت نہیں ہونی چاہیے۔

۱۶۳) ساری کائنات کی ابتدا طلوع آفتاب سے ہوتی ہے۔مومن کی ابتدا نماز فجر سے ہوتی ہے

۱۶۴) انسان کو غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے،غلط بیانی سے انسان غلط ہو جاتا ہے۔غلط بیانی جب بھی کی جاتی ہے۔اپنے منافع کے لئے کی جاتی ہے۔

۱۶۵) جس انسان کی بات علم الٰہی کیساتھ تعلق نہیں رکھتی ،اس کی بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے ۔نہ وہ انسان اللہ کے فرمان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔اور نہ اس سے اور کوئی انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۱۶۶) وعدہ معاشرہ کی جان ہے۔وعدہ کو پورا نہ کیا جائے تو معاشرہ بے جان

ہے۔

۱۶۷) جو انسان حال سے فائدہ نہ اٹھا سکے وہ خوش بخت نہیں۔ خوش بخت کیوں نہیں؟ اس لئے کہ وہ اعمال کیلئے دیئے گئے وقت کو ضائع کر دیتا ہے

۱۶۸) جس حال کا ماضی شاہد نہ ہو، وہ حال بے وقت ہے۔

۱۶۹) جو انسان مستقبل پر صبر نہ کرے، اس کی حقیقت مشقت ہے۔ اور حزن وملال ہے۔

۱۷۰) حقیقتاً انسان ایک لفظ ہے، جس طرح لفظ میں خیر اور غیر کے معنی موجود ہیں اس طرح انسان میں بھی خیر اور غیر کے معنی موجود ہیں۔ خیر کو قبول کیا جائے تو خیر ہو جاتا ہے۔ اور غیر کو قبول کیا جائے تو غیر ہو جاتا ہے۔

۱۷۱) جو انسان خیر کے پہلو کو قبول نہیں کرتا وہ غیر سے بچ نہیں سکتا۔ اور مصائب وآلام اسے گھیر لیتے ہیں۔

۱۷۲) بیع جب بھی ہوتی ہے۔ زبان (قول) سے ہوتی ہے۔ اور حال پر ہوتی ہے۔ لینا دینا ہاتھ سے ہوتا ہے۔ اس لئے زبان پاک ہو تو بیع کی حقیقت حق ہے۔ ہاتھ امین ہو تو لینا دینا حق ہے۔

۱۷۳) اپنے مال وجاہ کو دوسرے بھائیوں پر قربان کر دینے کا نام مساوات ہے۔

۱۷۴) جہاں عقل جواب دے جاتی ہے۔ وہاں صداقت کام آتی ہے۔

۱۷۵) غیر اس وقت آتا ہے۔جب خوف خدا نہ ہو۔خوف خدا ہوتو غیر آتا ہی نہیں

۱۷۶) جس بات سے ظن ،گمان پیدا ہووہ پہلونہیں لینا چاہیے،ورنہ کامیابی نہ ہوگی

۱۷۷) نفس ہمیشہ فرماں برداری سے بھاگتا ہے،اسی لئے اسے نفس امارہ کہتے ہیں۔

۱۷۸) صاحبو!اپنے بڑوں کی روک ٹوک سے فائدہ اٹھاؤ،فائدہ اٹھاؤ گے تو مشقت سے محفوظ رہو گے۔

۱۷۹) کسی کی ذرہ بھر نیکی اوراحسان کونہیں بھولنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کسی انسان کا ذرہ برابر بھی اعمال ضائع نہیں کرتا۔

۱۸۰) سب سے بڑا احسان مروت ہے۔

۱۸۱) دنیا مومن کے ہاتھ میں ہے،دین مومن کے دل میں ہے۔

۱۸۲) دین بزرگان دین سے عطا ہوتا ہے،دنیا رب کے پاس ہے۔

۱۸۳) طلب دوطرح کی ہوتی ہے۔ذاتی اور صفاتی۔ذاتی طلب ہوائے نفس ہے۔اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔صفاتی طلب ،طلب شریعت ہے۔اور یہ اسی کا حصہ ہے،جو دلی تعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ رکھے۔

۱۸۴) جس نے اللہ کو پہچان لیا،اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔

۱۸۵) دل کو حاضر رکھتا کہ اس میں غیر کا دخل نہ ہو۔

۱۸۶) بلندی کو تلاش کیا، تو تواضع میں پایا۔ اور رضا کو طلب کیا، تو نصیحت خلق میں پایا۔ اس لئے اپنے بھائیوں کی روک ٹوک کو غنیمت سمجھو

۱۸۷) انسان کو بقدر حاجت ایک جوڑا اپنے پاس رکھنا چاہیے اس لئے نہیں کہ کبھی اس کی ضرورت پڑ جائے۔ بلکہ اس لئے کہ اگر کوئی صاحب حاجت آجائے، تو اسے مایوس نہ ہونا پڑے۔

۱۸۸) جو امر میں رہتا ہے، حفاظت میں رہتا ہے۔

۱۸۹) زیادہ کھانے سے جسم اور روح دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔

۱۹۰) ہر قول مردہ ہے جس کا ثبوت عمل سے نہ دیا جائے۔

۱۹۱) منتہائے مقصود اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی ہونی چاہیے۔

۱۹۲) موصوف کو پانا چاہتے ہو تو اسکی صفت کو اختیار کرو۔

۱۹۳) شرط محبت ہی انسان کو محبّ بنا سکتی ہے۔

۱۹۴) مشاہدہ کامل اور عقلی قیاسات ناقص ہیں۔

۱۹۵) جب تم کسی میں کوئی عیب دیکھو، تو اس کو اپنے اندر تلاش کرو، اگر اس کو اپنے اندر پاؤ، تو نکال دو۔ دوسرے کی عیب جوئی سے یہ بہتر ہے۔ اس کو بزرگان دین کی اصطلاح میں تلاوت الوجود کہتے ہیں۔

۱۹۶) اپنی ذات کے لئے صبر اور مخلوق کے لئے بھلائی کا حکم ہے۔

۱۹۷) اللہ کا رحم چاہتے ہو، تو اس کی مخلوق پر رحم کرو۔

۱۹۸) مومن کی شان یہ ہے، کہ اللہ کے ہر حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرے خواہ اس کے شعور میں آئے یا نہ آئے۔ اسی کا نام نیستی ہے، کہ اللہ کے ہر حکم کے سامنے نیست ہو جائے۔

۱۹۹) اگر کوئی بھائی ظالم ہو جائے، تو اس کے ظلم میں شمولیت نہ کرو۔ لیکن اسکو ظلم سے بچانے کیلئے دعا کرنا اور ہر طرح کی کوشش کرنا آپ پر فرض ہے۔

۲۰۰) جھوٹ وہ ہے، جس سے خلق خدا کو نقصان پہنچے۔ ایسا سچ جس سے فتنہ برپا ہو، حقیقتاً سچ نہیں، بلکہ جھوٹ سے بھی بدتر ہے۔

۲۰۱) لوگ ایک دوسرے سے میل جول اپنے فائدے اور اپنی بھلائی کیلئے رکھتے ہیں۔ لیکن بزرگان دین مخلوق سے میل جول ان کے فائدے اور بھلائی کے لئے رکھتے ہیں۔

۲۰۲) مومن جہاں رہے، خوشنودی اس کا مقام ہے، تکلیف اس کا آرام ہے اور خدمت اس کی شان ہے۔

۲۰۳) مخلوق کی بھلائی بزرگان دین کا جز ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے شریعت کا لباس ضروری ہے۔ ورنہ فلاح نصیب نہ ہوگی۔

۲۰۴) ڈاکٹر لوگ منشیات دیکر مریض کے دماغ کو مخدر کر دیتے ہیں۔ جس سے وقتی فائدہ اور طبعی نقصان ہوتا ہے۔

۲۰۵) لڑکوں کی پرورش اعمال نفس اور اعمال ذات میں سے ہے ۔اور لڑکیوں کی پرورش اعمال دین یعنی اعمال خالص میں سے ہے۔

۲۰۶) اللہ کے حضور سے جو چیز مانگ کر لی جائے ،اس میں مشقت ہوتی ہے اور جو بن مانگے ملے، وہ بغیر مشقت کے ملتی ہے۔

۲۰۷) رات بھر کی نیند کے بعد صبح انسان کو دوبارہ زندگی عطا ہوتی ہے۔لہذا ابتدا دین سے ہونی چاہیے گویا اٹھتے ہی خدا کی یاد کرے۔

۲۰۸) وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت ہے۔سمندر میں قطرے کا تعین بھی موجود ہے۔اور قطروں سے مل کر بنا ہوا سمندر بھی موجود۔جس طرح سات کے ہندسہ میں سات ایکے موجود ہیں،لیکن پڑھنے میں صرف سات ہی آتا ہے۔

۲۰۹) اعضاء اگر ذاتی ملکیت ہیں،تو ان کو اپنی منشا کے مطابق استعمال کرواو راگر کسی ذات پاک کا عطیہ ہیں۔تو ہمیں حق نہیں پہنچتا ،کہ ہم ان سے عطا کرنیوالے کی منشا کے خلاف کام لیں۔

۲۱۰) اللہ کے پیارو! وہ بات دوسرے بھائی کے لئے مت سوچو، جو تم خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

۲۱۱) اللہ رب العالمین ہے۔اس نے پالنے کا وعدہ علم سے کیا ہے۔

۲۱۲) قلب کی حفاظت کا ذریعہ عقل نہیں بلکہ بزرگان دین ہیں۔

۲۱۳) بھلائیوں کا کل اور فلاح و کامیابی کا کل اسلام ہی ہے

۲۱۴) علم کتابوں سے نہیں بلکہ مردان خدا کی زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۱۵) بزرگان دین کتاب وشنید سے نہیں ہیں، بلکہ کتاب وشنید بزرگان دین سے ہے۔

۲۱۶) جاہل کی زبان قلب کے آگے اور عالم کی زبان قلب کے پیچھے ہوتی ہے۔

۲۱۷) مومن کو جو معاملہ بھی کرنا ہو، خدائی خوف کے اندر رہ کر کرنا چاہیے۔

۲۱۸) مخلوق ہر وقت ماضی اور مستقبل میں رہتی ہے۔ اور بزرگان دین ہر وقت حال میں رہتے ہیں۔

۲۱۹) باران رحمت ہر جگہ ہوتی ہے۔ پھولوں پر پڑتی ہے۔ تو مہک زیادہ ہوتی ہے۔ فصلوں پر پڑتی ہے تو فصلیں زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن کھاد پر پڑے تو بدبو زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح قلبی کیفیت کا حال ہے۔ جس طرح قلب کی حالت ہے۔ تاثرات قبول کرتا ہے۔

۲۲۰) سبب ایک جز ہے، کل نہیں، لہٰذا سبب کا تعلق عارضی ہے۔ سبب ختم ہوگا تو دوستی یا تعلق بھی ختم ہو جاوے گا۔ لہٰذا تعلق کل سے قائم کرنا چاہیے۔ جو کبھی بھی کسی حالت میں بھی ختم نہیں ہو سکتا۔

۲۲۱) اللہ کے پیارو! وہ کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں۔

۲۲۲) آپ مروجہ طریقہ پر بیعت نہیں کرتے ،ایک بار پوچھنے پر فرمایا ،کہ بزرگان دین کے پاس عقیدت سے آنا ،ان کی صحبت میں بیٹھنا ،اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا بیعت ہی کے مفہوم میں داخل ہے۔جب بزرگان دین کی اصل ایک ہے تو جس تک رسائی ہو فیض حاصل کر لینا چاہیے رسمی حد بندی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۲۲۳) محفل میں بیٹھنے کے آداب کے متعلق فرمایا کہ اپنی نہ کہو۔کسی دوسرے کی سنو وہی آدمی کچھ حاصل کرتا ہے۔جو دوسرے کی سنتا ہے۔اور اپنی نہیں کہتا۔

۲۲۴) فقرا کے پاس بیٹھنے والے بعض دنیا پرست ولایت کے مدعی بن جاتے ہیں ۔حالانکہ ان کی نظر دنیوی فوائد کے حصول پر ہوتی ہے ان کے بارے میں فرمایا ایسے لوگ صاحب فضول کہلاتے ہیں ۔ان کے حصے میں نامرادی کے سوا کچھ نہیں۔

۲۲۵) بولنے سے پہلے یہ سوچ لیا کرو ،کہ اس میں دوسرے کا فائدہ ہے کہ نہیں ۔اگر ہو تو کلام کرو ،ورنہ خاموش رہو۔

۲۲۶) کسی کے نقصان کیلئے بولنا اور بے فائدہ بولنا منع ہے۔صرف فائدہ کے لئے بولنے کا حکم ہے۔

۲۲۷) لوگ اس کے لئے روتے ہیں ،جو دور ہوتا ہے۔اور آنکھ سے اوجھل

ہوتا ہے۔ مگر بزرگان دین اسکی خاطر روتے ہیں جوان کے پاس ہوتا ہے۔

۲۲۸) اللہ کی نزدیکی چاہتے ہو تو اپنے اخلاق سنوار لو۔

۲۲۹) عام صحت کی حالت میں جسم کی مزید توانائی کی خاطر دہی کے کثرت استعمال کی تاکید فرماتے ہیں۔

۲۳۰) گوشت کا قیمہ کھانے سے منع فرمایا۔ بیماری میں بٹیر کا شوربہ نہایت نافع فرماتے ہیں۔

۲۳۱) نیم پخت انڈہ کھانا سخت مضر ہے۔ اس میں دق ایسے خوف ناک مرض کا احتمال ہے۔

۲۳۲) حکماء اور ڈاکٹر عرض کا علاج کرتے ہیں۔ مرض کا علاج نہیں کرتے اسلئے اگر علاج کے باوجود مرض ترقی کر جائے تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔ (عرض، علامات کو کہا جاتا ہے)

۲۳۳) مخلصین کا وجود واحد ہے۔ چونکہ ان کا مقصود واحد ہے، اور ان کا مقصود ہے، لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لانا۔

۲۳۴) حق حال پر عاید ہوتا ہے، اور حال پر ہی ادا کیا جاتا ہے۔ ماضی کی یاد یا مستقبل کی فکر دامن گیر رہے، تو حق کی ادائیگی میں کوتاہی ضرور ہوگی۔

۲۳۵) ولی اللہ وہ ہے، جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اللہ کی رضا کیلئے معاملہ کرے، اور ہو عادت سے پاک۔

۲۳۶) جو وقت مخلصین کی معیت میں گزارا جائے ،وہ سرمایہ حیات بن جاتا ہے۔

۲۳۷) جسے احسان کرنے کا شرف ہو اس کو استفادہ کرنے والے کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔ کہ مستفید ہونیوالے کی بدولت ہی محسن کو فانی شے کے بدلے دائمی انعام ملتا ہے۔

۲۳۸) شریعت بمنزلہ دودھ ،طریقت بمنزلہ دہی ،حقیقت بمنزلہ مکھن اور معرفت بمنزلہ گھی ہے۔ اگر دودھ ہی نہ ہو تو نہ کچھ بن سکتا ہے ،نہ کوئی بنا سکتا ہے

۲۳۹) تضاد میں مبتلا رہنے والے کیلئے لطافت کا دیکھنا ممکن نہیں رہتا۔

۲۴۰) کامیابی کی حقیقت شاہدین کا ساتھ ہے۔ خلوص نیت ،حصول مقصد کیلئے شاہدین کی طریقت کا اختیار کرنا اور نتائج کو باذن اللہ ماننا یہ کامیابی کے ارکان ہیں۔

۲۴۱) جہاں خواہشات کا اتباع ہو۔ شجاعت وہاں سے رخصت ہو جاتی ہے۔

۲۴۲) انسان کی عقل اسے جانور سے ممتاز کرتی ہے، تضاد سے پاک رہنے کی سعی اس کا محل استعمال ہے۔

۲۴۳) جو شاہد کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اس کی تکذیب سے

باز نہ آئے اس سے توفیق چھن جاتی ہے۔

۲۴۴) تکبر ہی سب سے بڑا جرم ہے، اس کی معیت شرک ہے اور یہ تمام معصیتوں کی جڑ ہے۔

۲۴۵) علم ہمیشہ عمل کے بعد عطا ہوتا ہے۔

۲۴۶) مخلص کو شیطان بہکا نہیں سکتا، کہ مدح سے بے ربط نہیں ہوتا اور مذمت سے پریشان نہیں ہوتا۔

۲۴۷) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مقابل لوگوں کی پسند کو وقعت دینا اور اللہ کے ڈر کے مقابل لوگوں کا زیادہ ڈر رکھنا، ہمیشہ پریشانی بنتا ہے۔

۲۴۸) جس کا قرب مقصود ہو۔ اس کی پسند کو پسند کرنا لازم ہوتا ہے۔

۲۴۹) ہر قطرہ جو سمندر میں مل جائے گا، سمندر ہی کہلائے گا۔

۲۵۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلصین کے لئے جو جو حالات آتے ہیں، صورتاً بمنزلہ سواری کے ہوتے ہیں۔

۲۵۱) دل کو شاہد کے حضور رکھا جائے، تو اس میں غیر کا داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

۲۵۲) اپنی تجویز کو وقعت دینے والے شاہد کے اتباع کو مشکل اور اپنی خواہش کی پیروی کو آسان سمجھتے ہیں۔

۲۵۳) انعامات تقسیم کے لئے عطا ہوتے ہیں، تقسیم نہ کئے جائیں، تو عطا کا

دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

۲۵۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو حال پر عطا ہوتا ہے، اس کو مناسب حال مانا جائے، تو اللہ تعالیٰ کے علم مطلق پر ایمان ہوگا۔

۲۵۵) جہاں تکریم و توقیر وسعت مال کی نسبت سے ہو، وہاں جو ہوگا خلاف حق ہوگا۔

۲۵۶) اپنے لئے امتیازات تلاش کرتے رہنا، آداب معاشرت کی تکفیر ہے۔

۲۵۷) جب حق پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔ تو ناحق پر ضرور خرچ ہوگا۔ اور یہی کفران نعمت ہے۔

۲۵۸) شاہد کو مخلص مانا جائے، اور اس کے کسی مشہود میں عیب دیکھا جائے، تو یہ تضاد معترض کے اندر ہوتا ہے۔

۲۵۹) جو تکلیف دینے والے کو معاف نہ کرے، اس کا اپنی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

۲۶۰) جس کا بولنا خواہش نفس کے تحت ہو، اس کی اطاعت کبھی خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔

۲۶۱) علم والوں کا کام راستہ بتانا نہیں، بلکہ راستہ دکھانا ہے۔

۲۶۲) عشق، معشوق کے کمال پر مبنی ہو تو کمال کے خاتمے پر ختم

ہوجاتا ہے۔ جمال پر مبنی ہوتو جمال کے خاتمے پر ختم ہوجاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہو، تو دائمی ہوتا ہے۔

۲۶۳) اپنے جائز حق کو ترک کرنے سے ہی اگر فساد دفع ہوتا نظر آئے، تو بھی مخلصین اس میں دیر نہیں کرتے۔

۲۶۴) جو تبدیلی جبر واکراہ کی بدولت ہوگی، وہ جبر واکراہ کی حد تک ہی قائم رہے گی۔

۲۶۵) آباء واخوان کو اگر ایمان کے مقابل کفر کی حب ہو، تو ان سے دوستی کرنا ظلم ہے۔

۲۶۶) جو برائی کا امر کرے، بھلائی سے منع کرے اور اللہ کی راہ پر خرچ نہ کرے، اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو بھلادیا ہے۔

۲۶۷) مومن کے نو مقام ہیں۔ توبہ، عبادت، حمد، روزہ، رکوع، سجدہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور حدود اللہ کی حفاظت۔

۲۶۸) حدیث شریف میں قرب نوافل جو فرمایا گیا ہے۔ وہ یہی نو مقامات ہیں۔ نو اعضا کا مجموعہ قرب نوافل ہے۔ یہ جب شاہد کے سامنے ادا ہوجائیں تو پھر مقام قرب نوافل عطا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا ہوجاتا ہے، نو اعضا کا نام کُلّی ہے۔

۲۶۹) عادت ترک کردینے کو عبادت کہا جاتا ہے۔ نہ کہ عبادت کو عادت

بنا لینے کا نام عبادت ہے۔ بزرگان دین میں عادتاً کوئی کام نہیں ہوتا۔

۲۷۰) عادت سے نفس کو ایک سہارا ملتا ہے، جس کی عادت چھڑوانا ہو، اس کو بچانے کا اہتمام کر کے اسکی عادت کو دور کرنا چاہیے معلوم رہے جو بے سہارا ہو کر گرے گا، ٹوٹ جائیگا۔ اور اس کی ذمہ داری حکم نافذ کرنیوالے پر عاید ہوگی۔

۲۷۱) ناصحین سے محبت ہو تو ایمان قلب میں داخل ہوتا ہے۔

۲۷۲) ایمان کا دعویٰ حب الناصحین کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔

۲۷۳) جسے ناصحین سے محبت نہ ہو۔ دعویٰ ایمان کے باوجود وہ سمجھنے میں سنجیدہ نہیں ہوتا، وہ اگر سمجھانا بھی شروع کر دے تو اس سے سننے والوں کے شکوک وشبہات ہی بڑھتے ہیں۔

۲۷۴) اظہار حق کے جواب میں جن سے ذاتی تکلیف پہنچے، ان کے بارے میں یہ یقین رکھنا، کہ ایذا دینے والوں سے جو کچھ ہوا ہے، کمی علم کی بنا پر ہوا ہے خاتم النبیین کی سنت ہے۔

۲۷۵) صاحبو! سوال نہ بنو، جواب بنو۔

۲۷۶) نماز کو قضا کر کے پڑھا جا سکتا ہے، مگر خدمت خلق کو قضا کرنا خلاف سنت ہے، اسلئے جب بھی کوئی آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جانو اور بھیجنے والے کے لئے اس کے ساتھ معاملہ کرو، اجر کا سوال نہ کرو کہ رب

العالمین سے بہتر کوئی اجر دینے والا نہیں۔

۲۷۷) عبادت چار قسم کی ہے۔قول سے، عمل سے، علم سے اور اخلاص سے

۲۷۸) معطئ مطلق کی طرف سے جو حق کسی پر عاید ہوتا ہے، اسکے ادا کرنے کیلئے کہیں زیادہ توفیق پہلے اسے عطا کی جاتی ہے۔

۲۷۹) تفسیر پاک جو ہم لکھا رہے ہیں، یہ ہمارا حال ہے۔

۲۸۰) اہل حق تمام قرآن کے عامل ہوتے ہیں۔

۲۸۱) تفسیر پاک لکھنے کا وہ حق رکھتا ہے۔جس پاک بندے کا وہ تفسیر حال ہو، بزرگان دین لکھی اور پڑھی ہوئی بات نہیں کرتے ۔کیونکہ بزرگان دین کتاب وشنید سے نہیں ہیں بلکہ کتاب وشنید بزرگان دین سے ہے۔

۲۸۲) علم الٰہی لغت وگرامر کے تابع نہیں ہے۔کیونکہ علم الٰہی قدیم ہے لغت وگرامر حادث ہے،اور یہ امر مسلمہ ہے کہ حادث قدیم کو پا نہیں سکتا۔لغت وگرامر حادث بندوں کی بنی ہوئی ہے۔اس لئے علم الٰہی کا احاطہ نہیں کرسکتی۔

۲۸۳) جنت میں سر ننگے ہونے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

۲۸۴) سر ننگے کھانا، کھانا منع ہے۔

۲۸۵) جو ننگے سر ہو،اس کے یہ معنی نکلتے ہیں ، کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔

۲۸۶) اگر اپنا خیال چھوڑ کر مخلوق خدا کا خیال کرو گے تب خدا کے بندے

کہلاؤ گے۔اپنے آپ سے فارغ دوسروں کیلئے مشغول رہو۔

۲۸۷) تفسیر پاک وہ روشن بیان ہے، جو شاہدین کی زبان پاک سے ہو، کہ اس میں ماننے والوں کی فلاح کی ضمانت موجود ہوتی ہے۔

۲۸۸) تفسیر لغت اور گرامر کے تابع نہ ہو، کہ حادث علم سے علم الٰہی کو جانچنا بے جا ہے۔

۲۸۹) قرآن پاک عربی زبان میں سورتوں کے اس مجموعے اور اس ترتیب کا نام ہے، جس کی نبی کریم علیہ السلام نے شہادت دی ہے۔اور شاہدین جس کی شہادت دیتے چلے آرہے ہیں۔

۲۹۰) جس ترجمے یا تفسیر میں حدود عبدیت کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو، اس میں کجی بھی ہوگی، تضاد بھی ہوگا۔

۲۹۱) قرآن پاک کے ان الفاظ کا ترجمہ نہ کرنا بہتر ہے، جو ترجمے کی زبان میں مستعمل ہوں۔

۲۹۲) آیات قرآن پاک کے دوام کو ماننا حق ہے۔محدود کرنے کی کوشش حق نہیں ہے۔

۲۹۳) بنی اسرائیل کی روایات کے حوالے سے تفسیر بیان کرنا وقف لازم کا عدم لحاظ ہوگا۔

۲۹۴) ہر آیت کی تلاوت کیساتھ جو حق پڑھنے اور سننے والوں پر عائد

ہوتا ہے اس کی ادائیگی ہی ماننے کا ثبوت ہوگی۔

۲۹۵) ہر بیان کا حاصل بہتر جاننے والوں سے سیکھنا چاہیے۔اور کم جاننے والوں کو سکھانا چاہیے۔

۲۹۶) قرآن پاک میں تدبر کرنے کی صورت یہ ہے۔حکم خداوندی کو تضاد سے پاک مانا جائے،تضاد سے پاک ہونے کیلئے اللہ العالمین کی اطاعت کی جائے ماننے کے بعد جاننے کا جو مقام آتا ہے۔اسے علم کہتے ہیں۔ماننے سے پہلے جاننے کی حقیقت قول ہوتی ہے۔

۲۹۷) مجاز کی کھیتی کو چشمے کا پانی دیا جاتا ہے،تو بار آور ہوتی ہے،حقیقت کی کھیتی کو چشم کا پانی دیا جاتا ہے۔

۲۹۸) کتاب اور شنید راستہ ہے،مقصود نہیں ہے۔مقصود محبوب ہے۔جو صاحب کسی صاحب حال سے منسلک ہوں،انہیں ان کی معیت میں رہنا حق ہے۔اس کے علاوہ فلاح کی کوئی صورت نہیں۔کیونکہ ارشاد ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ

اس کی اتباع کرو۔جو میری طرف رجوع لائے۔

۲۹۹) عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا ملتا ہے۔

۳۰۰) خدمت کے وقت آگے رہو،لیکن انعام کے وقت پیچھے رہو۔

۳۰۱) جو پھول کی تلاش میں آتا ہے اسے چمن ملتا ہے۔

۳۰۲) سرکار وہ ہے جس کے سر پر کار (کام، ذمہ داری) ہو۔ (یعنی عملاً کر کے دکھائے)

۳۰۳) لغت اور گرامر یہ اندھوں کی لاٹھی ہے۔

۳۰۴) لغت اور گرامر علم کسب کے لئے ہے۔ علم الٰہی کے لئے نہیں ہے۔

۳۰۵) تفسیر پاک کا حق یہ ہے، کہ وہ حال ہو اس پاک بندے کا۔ جو تفسیر بیان کرتا ہے۔

۳۰۶) عبادت کی قضا ہے، لیکن خدمت کی قضا نہیں ہے۔

۳۰۷) قلندر کا مطلب ہے، کل اندر۔ کل علم کا حامل

۳۰۸) عام انسان اربعہ عناصر کا مجموعہ ہیں۔ لیکن اس کی یہ جہالت ہے۔ کہ اپنے وجود کے اجزاء کو بت بنا کر پوجتا ہے۔ کوئی آگ کو پوجتا ہے۔ کوئی مٹی کے بے جان بت کو۔

۳۰۹) شیخ عبدالقادر جیلانی شریعت کے غوث الاعظمؒ ہیں۔ ہم طریقت کے غوث الاعظمؒ ہیں۔

۳۱۰) سننے کے بعد اتنا ہی وقت ہوتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

۳۱۱) قیامت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ قول کا وقت ختم ہو چکا ہے اسلئے عمل کرو۔

۳۱۲) یارسول اللہ ﷺ اسے کہنا چاہیے۔ جس کی زبان پاک، ہاتھ امین

اور شرف حضوری بھی حاصل ہوا ہو۔ جسے یہ تینوں میسر نہیں اسے یارسول اللہ ﷺ کہنے کا حق نہیں ہے۔ اگر کہنے والا یہ سمجھتا ہے، کہ بغیر عمل کے ہی یارسول اللہ کہنے سے بات بن جائے گی۔ تو خیال خام ہے۔

۳۱۳) اہل حق تمام قرآن کے عامل ہوتے ہیں۔

۳۱۴) جو شخص بزرگوں کے ہاتھ پاؤں روایتاً چومتا ہے، شرک کرتا ہے ہاتھ چومنے کا حق اس کو ہے جس کی زبان پاک ہو۔ اور پاؤں اسے چومنے کا حق ہے جس کا قدم طیب ہو، ہاتھ پاؤں چومنا سجدہ نہیں سجدہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کیلئے روا نہیں۔

۳۱۵) کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلنا پھرنا چاہیے۔ تاکہ جن لوگوں کے پاس جوتا نہیں، ان کا احساس ہو۔ اور ان کی مشابہت ہو جائے۔

۳۱۶) جن کے پاس جوتا نہ ہو ان کو جوتا اور جن کے پاس کپڑے نہ ہوں ان کو کپڑے لے کر دو گے تو پھر تم اللہ کے بندے ہو گے۔

۳۱۷) جس کا ذہن و نیت گھر کے فکروں میں ہے۔ اور وہ باجماعت نماز ادا کرنے گیا۔ وہ جماعت میں شامل نہیں ہوا، وہ ایسا ہے جیسے نماز کے لئے نہیں گیا۔ وہ گھر سے گیا ہی نہیں۔ جس کو جماعت میں شامل افراد کی ضروریات کا خیال نہیں ہے۔ تو وہ جماعت میں شامل ہونے کے لائق ہی نہیں۔ چاہے وہ جہاں جی چاہے ٹکریں مارتا پھرے۔ اس کی نماز نہ ہو گی۔

۳۱۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میرا عرش پانی پر ہے۔ جس کے سر پر پاک پانی پڑ جاتا ہے۔ اس کا سر، سر عرش ہو جاتا ہے۔

۳۱۹) دعا میں درود پاک اور مغفرت والدین شامل ہوں تو یہ دعا قبول ہوتی ہے ورنہ ان کے بغیر قبولیت محال ہے۔

۳۲۰) ٹوٹ جائے جس نے ٹوٹنا ہے، جڑ جائے جس نے جڑنا ہے، تم حق پر رہو۔

۳۲۱) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الفَلَاح کا جواب یوں بھی دیا جاتا ہے۔ لَبَّیکَ یَاسَیِّدِی یَا رَسُولُ اللہ (یہ اذان کا جواب ہے)

۳۲۲) یتیم کے سامنے اپنے بچوں سے پیار کرنے سے احتراز کرو۔

۳۲۳) محبت یہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی مانی جائے۔ اپنی ہی نہ مانی جائے اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی پر قربان کر دیا جائے۔

۳۲۴) منافق کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ بزرگان دین پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔

۳۲۵) خوراک میں جو دوا کا عنصر ہوتا ہے۔ وہ خالص دوا کی نسبت زیادہ پر اثر ہوتا ہے۔

۳۲۶) مریض پرھیز نہ کرے تو مرض سے نجات نہیں ہوتی۔

۳۲۷) جسمانی امراض کیلئے پرھیز، اور روحانی امراض کیلئے پرھیز گاری

ضروری ہے۔

۳۲۸) جو شخص اتنی استطاعت رکھتا ہے۔کہ کسی ایسے شخص کو مکان بنا کر دے سکتا ہے جس کا مکان نہیں ہے۔اگر اس کا مکان بنا کر دیگا۔تو پھر اس دنیا سے سرخرو ہو کر جائے گا ورنہ نہیں۔

۳۲۹) چلتے پھرتے بھی مخلوق خدا کا دھیان رکھنا چاہیے کہ کس کے پاس جوتا نہیں ہے۔کس کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ان کو خرید کر یہ دینا چاہیے۔

۳۳۰) دوسروں کا دھیان نہ رکھنا، اپنی ہی خواہشات کے مطابق رہنا، اس طرح خدا کے بندے نہیں بن سکتے۔اگر خدا والے کام نہیں کرو گے۔تو نماز کس کی پڑھو گے۔

۳۳۱) تم سے سب کچھ لے لیا جائیگی۔سب یہ جوڑ جوڑ کر رکھنا کسی کام نہ آئیگا زمینیں، فیکٹریاں وغیرہ سب لے لی جائیں گی۔تب جوڑا ہوا کس کام آئے گا۔

۳۳۲) ہندوؤں کا یہ حال تھا۔کہ انہوں نے مخلوق کی بھلائی کیلئے ہسپتال، پل اور سڑکیں لائنیں تعمیر کیں۔حالانکہ وہاں دین کا معاملہ نہیں ہے۔سخی کافر بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں کرتے۔اور سخی کا پردہ بھی رکھا جاتا ہے۔

۳۳۳) ہر سانس کیساتھ دعائے قلندری کیا کرو۔دعائے قلندری یہ ہے کہ یا اللہ شیطان اور شرارت سے محفوظ رکھیو، لیکن اپنی رحمت سے مایوس نہ رکھیو۔

۳۳۴) بسم اللہ سے کھانا شروع کرنے سے حساب سے پاک ہوجاؤ گے۔اس کے بغیر کھانے کا حساب ہے۔

۳۳۵) کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔حضرت زکریا علیہ اسلام اور حضرت یحییٰ علیہ اسلام کے بارے میں اسرائیلی روایات قطعاً درست نہیں ہیں۔

۳۳۶) حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربیؒ نابینا تھے وہ شاہد کے درجے میں نہیں تھے۔

۳۳۷) نماز فجر صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔یہ درمیانی نماز ہے۔

۳۳۸) خاتم النبیین ﷺ پر علم کفر (جادو) کا اثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔اس لئے علم الٰہی پر کسی علم کی برتری ثابت کرنیوالی باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

۳۳۹) تصور کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔کہ شیخ کی زبان پاک ہے مرید کی زبان پاک ہو تو تصور حقیقی ہوگا۔شیخ کا ہاتھ امین ہے،مرید کا ہاتھ امین ہو تو تصور حقیقی ہوگا۔ورنہ بے معنی ہوگا۔

۳۴۰) ناصحین سے محبت ہو تو ایمان قلب میں داخل ہوتا ہے۔

۳۴۱) بزرگان دین کی تصویر کو تصویر یا فوٹو نہیں کہنا چاہیے بلکہ شبیہ مبارک کہنا چاہیے۔

۳۴۲) پیر پرست نہیں کہنا چاہیے پیر پسند کہنا چاہیے۔

۳۴۳) ذکر کو بلند کرنیوالا نبی کریم ﷺ کا امتی ہوتا ہے اور درود شریف میں مصروف رہنے والا اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتا ہے۔

۳۴۴) کسی کے کام آنا بھی صدقہ ہے۔

۳۴۵) شریعت میں فرد کو جماعت تلاش کرنے کا حکم ہے۔ جماعت کو جماعت تلاش کرنے کا حکم نہیں ہے۔ جماعت جہاں ہو وہیں قیام کر سکتی ہے اور نماز ادا کر سکتی ہے۔

۳۴۶) انسان اپنے مطلوب حقیقی ہی کی طلب میں لگا رہے۔ دنیا اور اس کے متعلقات کی طرف اس طرح نظر نہ کرے۔ کہ اس کا مطلوب اس کی نظر سے اوجھل ہو جائے۔

۳۴۷) حقائق کو اپنے مطابق کر لینا جہانگیری ہے، اور حقائق کے خود مطابق ہو جانا جہانیانی ہے۔

۳۴۸) اللہ تعالیٰ انسان سے اس معصومیت کی واپسی کا سوال کریگا۔ جو پیدائش کے وقت اس کو امانت کے طور پر عطا فرمائی تھی۔

۳۴۹) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ سے کوئی طرف نہیں رکھی ۔ جدھر سے چاہے محبوب آئے۔

۳۵۰) اللہ کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم سب اس کے بندے ہیں۔ جس سے چاہے، وہ اپنا کام لے لیتا ہے۔

۳۵۱) ہر شے انسان کیلئے بنائی ہے۔اپنے لئے کچھ نہیں بنایا ہے۔بلکہ انسان کو اپنے لئے بنایا ہے۔

۳۵۲) ہر شے محبوبؐ کے لئے بنائی ہے اور محبوبؐ کی بدولت بنائی ہے اور محبوب ﷺ کو اپنے لئے بنایا ہے۔

۳۵۳) محبوب کو اس لئے بنایا ہے۔کہ دنیا یہ نہ کہہ سکے، کہ اے رب العالمین اگر کوئی معیار اور محبوب ہوتا۔تو ہم اسکو معیار بناتے، اور اس کی چاہت رکھتے اس لئے جس کو اللہ چاہتا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کو چاہیں، تا کہ ہم بھی چاہے جائیں

۳۵۴) اللہ تعالیٰ کی راہ میں حساب کتاب سے دو گے تو حساب کتاب سے ملے گا۔بے حساب معاملہ کرو گے۔تو اللہ تعالیٰ بھی بے حساب عنایت فرمائیں گے۔

۳۵۵) اہل حق وہ ہیں جن کے شیوہ صبر پر حرام اور شیوہ شکر پر حلال غالب نہ آئے۔

۳۵۶) جن سے کبر دور ہو جاتا ہے وہ کبریا سے مل جاتے ہیں۔

۳۵۷) جس کا کوئی شاہد نہ ہو، اس کی شفاعت ہی نہیں ہے

۳۵۸) اچھے کاموں سے جو سعادت اور برے کاموں سے جو شقاوت روح انسانی کو حاصل ہوتی ہے۔وہی جنت اور دوزخ ہے۔

۳۵۹) یہ زندگی بہت اہم اور قیمتی ہے، کیوں نہ ہم اس کی فلاح کے لئے کوشش کریں، سب کچھ یہیں مل جاتا ہے

۳۶۰) انسان معصوم پیدا ہوا ہے، لیکن اب ہر جگہ گناہوں میں جکڑا ہوا ہے انسان کو اپنی پیدائشی معصومیت کی بیش بہا متاع کی حفاظت کرنی چاہیے

۳۶۱) روح قدیم اور مادہ حادث ہے۔

۳۶۲) قول شاہد کے بغیر بے نتیجہ ہے۔

۳۶۳) جس مقدمے کا گواہ نہ ہو وہ قابل سماعت بھی نہیں ہوتا۔

۳۶۴) خالق کائنات نے تمام امتحانات اس دنیا میں رکھے ہیں۔ گویا یہیں سے اعمال کے خیر و شر کا تعین ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی زندگی کو خوبصورت اور ارفع دیکھنے کی تمنا ہے، اور خداوندی تمنا کو پورا کرنے سے بڑی عبادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۶۵) جاگنے والے ہی جگاتے ہیں

۳۶۶) جو ہوتے ہوئے اللہ کی راہ میں دے وہ بندہ غنی ہے اور جو نہ ہوتے ہوئے بھی دے وہ بندہ عثمان غنی ہے۔ ابھی حال پر یہ مقام موجود ہے۔

۳۶۷) انسان کی اپنی تجویز مشقت میں ڈالتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مشقت سے پاک کرتی ہے۔

۳۶۸) اللہ کے حضور سے جو چیز مانگ کر لی جائے، اس میں مشقت ہوتی

ہے اور جو بن مانگے ملے وہ بغیر مشقت کے ملتی ہے (بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک)

۳۶۹) مومن کا مستقبل بنا بنایا آتا ہے، کافر کا مستقبل تجویزی ہوتا ہے۔ لہذا مومن مشقت سے پاک ہے، اور کافر مشقت کیلئے مجبور ہے۔

۳۷۰) تمام کتاب وشنید کا منشا حال کی خبر دینا ہے۔

۳۷۱) بزرگان دین کا فیصلہ ہے کہ منافق سے کافر اچھا ہے، اس لئے اقتدار منافق سے لے کر کافر کو دے دینا چاہیے (اگر مسلمان صاحب اقتدار نہ ہو)

۳۷۲) جو نشہ کی عادت کرتا ہے۔ وہ اگر نشہ کو اپنے اوپر سوار کرلیتا ہے تو بالآخر اسے مانگنا ہی پڑتا ہے، اگرچہ وہ کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہو۔

۳۷۳) نو کا ہندسہ نور ہے! کیونکہ یہ نور والے رسول خدا حضرت محمد ﷺ کے نام پاک کا عدد ہے۔ جو کہ بانوے ۹۲ ہے نو مکمل عدد ہے۔

۳۷۴) مسلمان کی رہائش گاہ کو دولت خانہ نہیں رحمت خانہ کہنا چاہیے۔

۳۷۵) جب کھانا پکاؤ تو مہمانوں کیلئے بھی پکاؤ۔ اگر مہمان آگئے تو دوبارہ پکانے کی مشقت سے بچو گے۔ اگر نہ آئے تو خود کھالو گے۔ اور حساب کتاب سے پاک رہو گے۔

تفسیر پاک

۶۹-۱۹۶۸ء کی بات ہے، ایک روز قرآن پاک کی تفاسیر میں اختلاف کا ذکر چھڑ گیا۔ قبلہ عالم حضرت فضل شاہ قطب عالمؒ نے اس کی یہ وجہ بتائی کہ اکثر مفسرین کرام نے روایات کے سہارے اور ان کی روشنی میں تفسیر قرآن کی ہے۔ اگر سیاق وسباق اور قرآن پاک میں درج دعویٰ وثبوت کو مدِّنظر رکھا جاتا۔ تو اختلافات رونما نہ ہوتے اگر آج بھی اس انداز سے تفسیر کی جائے۔ تو اختلافات کی بیخ کنی ہوسکتی ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر لکھانے کے لئے استدعا کی گئی۔ تاکہ مسلمانوں میں اختلافات مٹے، اور مرکزیت قائم ہو تو آپ نے اس عظیم کام کی ذمہ داری قبول فرمالی۔ آپؒ کے ارشاد کے مطابق امی وہ نہیں جو ناخواندہ ہو، بلکہ وہ ہے۔ جو بظاہر علم کسب نہ پڑھا ہوا ہو۔ لیکن بحرِ علم الٰہی کا شناور اور غواص ہو جو پاک ہو، وہی امی ہوتا ہے۔ اور امی سے امی بنتا ہے۔ یہ مقام ومرتبہ محبوب خدا ﷺ کے عشق ومحبت سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت مخدومناؒ بھی امی ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ جید علماء اور ماہرین علم القرآن والحدیث آپؒ کی محفل میں طفل مکتب نظر آتے ہیں۔

آپؒ نے نماز تہجد کے بعد تفسیر پاک لکھوانا شروع کی۔ اولاً متعلقہ آیت مبارکہ کا ایسا ترجمہ بیان فرماتے جو اصل عبارت کے قریب ترین ہوتا

فرماتے، جو قرآنی الفاظ اردو میں مستعمل ہیں اور ان کے معنی ومطلب واضح ہیں ان کو من وعن ضبط تحریر میں لانا چاہیے کیونکہ علیم مطلق نے جو الفاظ قرآن پاک میں استعمال فرمائے ہیں۔ان سے بہتر اور کوئی لفظ نہیں ہوسکتا۔

آیات مبارکہ کی تفاسیر کے بارے میں فرمایا۔کہ اس میں ہماری اپنی زیر زبر اور پیش تک نہیں۔سب الہامی ہے۔اکثر وبیشتر پوری آیات کی تفسیر پاک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔اور پڑھ کر لکھا دیتے ہیں۔آپ یہ بھی فرماتے جو پاک بندے علم کسب بھی رکھتے ہیں۔یعنی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ان کے سامنے عبارت اترتی ہے۔تو وہ پڑھکر بیان کردیتے ہیں۔امی حضرات کیلئے عبارت اترتی ہے تو ساتھ ہی سمجھ بھی اترتی ہے۔اسکی روشنی میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت غلام رحمٰن سیکرٹری صاحبؒ فرماتے ہیں۔کہ حضورؒ نے مکمل قرآن پاک کی یعنی مکمل تیس پاروں کی تفسیر پاک بیان فرمائی ہے۔کچھ بیان حضرت احمد دستگیر صاحبؒ کراچی والوں کے پاس بھی محفوظ تھا۔وہ بھی انہوں نے حاصل کرلیا تھا۔اس طرح تیس پاروں کی تفسیر مکمل ہوگئی۔یہ مشن مکمل فرماکر حضورؒ نے وصال فرمایا۔تفسیر پاک تبرکاً ماہنامہ احتساب میں حضورؒ کے بیان کے مطابق ملتی ہے۔جس کو پڑھکر دل محسوس کرتا ہے،کہ یہ واقعی اللہ کے پیارے کی فرمودہ تفسیر سے لگاؤ کھاتی ہے۔یعنی یہ تفسیر آپ کے بیان سے ملتی

جلتی ہے

مختصر اور جامع الفاظ اور دلوں پر اثر کرنے والا انداز۔ جو کسی دوسری تفسیر میں نہیں ملتا۔ یہ نرالا اور انوکھا انداز صرف حضورؒ کی فرمودہ تفسیر پاک میں ہی پایا جاتا ہے۔ ماہنامہ احتساب میں ڈاکٹر محمد اشرف صاحب نے تفسیر پاک مرتب فرمائی ہے۔

قرآن کی تفسیر، بیانات کا عالم
ہر لفظ میں ہے رشد و ہدایات کا عالم

تقریباً نو دس برس کا طویل عرصہ اس تفسیر پاک کو بیان فرماتے گزرا۔ جب دیکھنے والے مشاہدہ کرتے۔ کہ تفسیر پاک بیان فرماتے وقت حضورؒ کے رخ انور پر عجیب شان لئے ہوئے نور جلوہ افروز ہوتا۔ تو نگاہیں نہ ٹکتی تھیں گویا ایک آفتاب دمک رہا ہوتا۔ جس کو دیکھنے سے نظریں چندھیا جاتی ہیں۔ یہ نور الٰہی ساتھ ساتھ رونق بخشتا۔ ایک تہجد کا سہانا وقت اور دوسرے نور ظہور کا منظر گویا نور علی نور کا منظر پیش نظر ہوتا۔ یہ الٰہی نور کب ہر جگہ نظر آتا ہے یہ صرف ایسے ہی پاکان ہستی حضرات پر اترتا ہے۔

مدارج تفسیر پاک

تفسیر پاک چار مدارج میں بیان فرمائی گئی ہے۔سب سے پہلے ترجمہ پھر تفسیر اس کے بعد ہر آیت کا حاصل اور آخر پر رکوع کی شہادت

ترجمہ:۔ترجمے کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کو صرف کسی اور زبان میں منتقل کرنے کا نام ترجمہ نہیں ہے۔بلکہ ان تمام اصول وضوابط اور آداب کو پورا کرتے ہوئے جو ترجمہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔قرآن پاک کی کسی اور زبان میں منتقلی کا نام ترجمہ ہے۔

اصول درج ذیل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ترجمہ قریب ترین ہونا چاہیے فرمان خداوندی کے۔اور اگر مزید وضاحت درکار ہو،تو اسے علیحدہ بیان کیا جاسکتا ہے۔فرمان خداوندی سے استفادے کی یہ صورت ہے۔کہ ہم اپنے آپ کو معیار کے مطابق بنائیں۔اور اگر ہم معیار کو اپنے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے تو حق کی تنقیص کے مرتکب ہوں گے۔

۲۔ ترجمے کا دوسرا اصول جو آپ نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ وہ عربی الفاظ جو اس وقت اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ان کا ترجمہ نہ کیا جائے۔ آپ حضرات کو معلوم رہے کہ عربی کے ۲۵ فیصد الفاظ اس وقت اردو میں

استعمال ہو رہے ہیں۔

اس فرمان کی اہمیت ملاحظہ فرمایئے کہ ہم سب اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے علم والا ہے۔اس اقرار سے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔یقیناً بہترین الفاظ ہیں۔اب اگر وہ اردو میں استعمال بھی ہو رہے ہوں۔تو پھر ان الفاظ کی حیثیت کو ترجمے میں برقرار رکھنا کتنی بڑی رحمت کی بات ہے۔اور اگر برقرار نہ رکھا جائے تو کیا یہ انسانی تجویز کو اللہ تعالیٰ کے فرمان سے بڑھانے والی بات نہیں ہے۔یقیناً یہ تقدم ہے۔

پھر یہ بھی دیکھیے کہ ایسے الفاظ کے ترجمے سے کیا مشکلات سامنے آتی ہیں۔مثلاً حکم خداوندی ہے۔اطیعو اللہ۔اللہ کی اطاعت کرو۔اب اگر اس کا ترجمہ کیا جائے،اللہ کا حکم مانو،تو حکم بھی عربی کا لفظ ہے۔اگر اطاعت کا ترجمہ حکم ہو تو حکم کا ترجمہ کیا ہوگا۔

۳۔ تیسرے آپؒ نے فرمایا، کہ اگر، مگر، گویا، چونکہ، لہٰذا یعنی قسم کا کوئی لفظ ترجمے میں نہیں ہونا چاہیے۔اس لئے کہ اس طرح بھی گمان کو دخل کا موقع ملتا ہے۔اور یہ شان حق کے منافی ہے۔

۴۔ آپ نے فرمایا کہ ترجمے میں کسی بھی صورت سے تضاد نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ فرمان خداوندی حق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے حق ہونے کی

سند نازل فرمائی ہے۔ نَزَّلْنَا عَلٰى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط اب حق میں تضاد ممکن ہی نہیں ہے۔اس لئے وہ ترجمہ جو تضاد سے پاک نہیں ہے۔ حقیقی ترجمہ نہیں ہے۔

۵۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب الفاظ کا مقام بدلتا ہے۔تو معنی بھی بدل جاتے ہیں۔اور یہ تضاد نہیں ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے تعارف میں فرعون کو پیغام حق پہنچاتے ہوئے فرمایا۔ لا یضل ربی ولا ینسی (سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۵۲) میرا رب نہ بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

اب دوسرے مقام پر نسیان بھولنے کے معنوں میں ہی استعمال ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کیساتھ یہ لفظ جہاں استعمال ہوا۔اس کے معنی بدل جائیں گے مثلاً ارشاد ہے. فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا اس مقام پر اگر یہ معنی کئے جائیں گے،تو ہم آج انہیں بھول جائیں گے۔ جیسے وہ اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے تو صفات خداوندی میں تضاد آ جائے گا۔ ایک مقام پر صفت نہ بھولنا آ چکی ہے۔دوسرے مقام پر بھولنا آ جائے تو ظاہر ہے۔ یہ دو متضاد صفات وحدہ لاشریک کی نہیں ہوسکتیں۔اس لئے اس مقام پر ترجمہ یوں ہوگا۔تو آج ہم ان پر نظر نہیں فرمائیں گے جیسے یہ اس دن کی ملاقات پر نظر نہیں کرتے تھے۔ یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہے، کہ قال جب اللہ تعالیٰ کیساتھ استعمال ہو تو معنی حکم کے ہوں گے اور یہی

قال جب مخلوق کیلئے استعمال ہو۔دربار خداوندی میں تو معنی عرض وگزارش کے ہوں گے۔

۶۔ آپؒ نے فرمایا کہ ترجمہ،ترجمہ ہے قرآن پاک نہیں ہے۔قرآن پاک آیات کے اسی مجموعے اوراسی ترتیب کا نام ہے جوموجود ہے۔اورموجود رہے گا۔اگر ترجمے کوقرآن پاک کہہ دیا جائے تومرکزیت ٹوٹ جائیگی۔ وحدانیت ٹوٹ جائے گی اور شیرازہ بکھرتا چلا جائیگا۔یاد رکھئے ہدایات اورنصیحت نص میں ہے۔

۷۔ ساتویں آپ نے فرمایا کہ ترجمے میں کسی بھی صورت سے اندازہ،قیافہ ظن گمان دخل نہ پائیں۔اس لئے کہ کسی کوحق سے ظن مستغنی نہیں کرسکتا۔اس لئے وہ ترجمہ جوکسی کوحق کی بجائے ظن کا تابع بنا دے،ناقص ترجمہ ہے۔

۸۔ آپؒ نے فرمایا۔یہ ضروری ہے کہ ترجمہ کرنے والے کاعلم،علم حقیقی ہو۔آپؒ کاارشاد ہے۔کہ علم کے بڑھنے سے اگرخوف خدابڑھے توعلم،علم حقیقی ہے۔ورنہ علم غیر ہے۔جوترجمہ کرنے والاخوف خدا سے خالی ہووہ توجزا پریقین ہی نہیں رکھتا۔اس کا عمل کیسے درست ہوسکتا ہے۔چونکہ جزا پریقین ہی عمل کی اصلاح کاراز ہے۔علم عمل کے بعد عطا ہوتا ہے۔پیغام ہدایت، ہدایت یافتہ ہی دے سکتا ہے۔جوخوف خدانہ رکھتا ہو،اُسکے ہدایت یافتہ ہونے

کا امکان ہی نہیں ہے۔

۹۔ نویں آپؒ نے فرمایا کہ ترجمہ کرنیوالے کو ان تمام امور پر پورا رہنا لازم ہے۔ جو ترجمہ کرنے والے پر عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے۔

بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور آپ کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور اللہ کی تسبیح کرو صبح و شام۔

معلوم ہوا، حضور ﷺ کی تعظیم اور توقیر ہم پر لازم ہے اور اللہ کی تسبیح لازم ہے۔ اب اگر ترجمے میں تعظیم و توقیر کے حق کو پورا نہ کیا جائے تو وہ ترجمہ حکم حق کیخلاف ہوگا۔ اور بے حقیقت ہوگا۔

تفسیر

ترجمے کے بعد اصول تفسیر پر آپؒ کے ارشاد کو دیکھیئے

۱۔ آپؒ فرماتے ہیں اگر تفسیر کرنیوالا صاحب حال نہ ہو، تو اس کی تفسیر سے کسی کو صراط مستقیم نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ حال ہمیشہ صاحب حال سے عطا ہوتا ہے۔ اگر بیان کرنیوالا انعام یافتہ نہیں ہے۔ تو اس سے کسی کو راہ انعام کیسے مل سکتا ہے۔ مثلاً مومنین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قد افلح المومنون ط بے شک مومن فلاح پانیوالے ہیں۔

پھر ان فلاح پانیوالوں کی صفات بیان ہوئی ہیں۔

اَلَّذِینَ ھُمْ فِی صَلَاتِہِمْ خٰشِعُوْنَ ط وہ جن کی نماز میں خشوع ہوتا ہے۔ اب جس کی نماز میں خشوع نہ ہو وہ اس آیت کی تفسیر بیان کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ راہ انعام تو انعام یافتہ کے نقش قدم سے ہی ملتا ہے۔

۲۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر کو ظن گمان سے پاک ہونا چاہیے۔ ورنہ حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کو فرمایا۔ القوا ما انتم مُلقون. ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں۔ اور کہنے لگے۔ فرعون کی قسم ضرور ہم غالب ہوں گے اس حال پر ارشاد خداوندی ہے۔

فَاَلْقٰی مُوسٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ ط

تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا۔ جبھی وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔

اب اس آیت کی تفسیر میں بعض صاحبان نے یہ کہا ہے۔ کہ چار سو اونٹ کا بوجھ تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا نگل گیا۔ سوال یہ ہے کیا ثبوت ہے کہ وہ 405 اونٹ کا بوجھ نہیں تھا وہ 450 اونٹ کا کیوں نہیں تھا۔ یہ معجزے کی عظمت کا ثبوت مہیا کرنے کی کوشش نہیں ہے۔ معجزہ تو اتنی بات سے ہی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مادہ مادے میں داخل ہوا اور وزن میں اضافہ نہ ہوا۔ عصا مبارک باوجود رسیوں اور لاٹھیوں کے نگلنے کے عصا مبارک ہی رہا۔ جب عظمت اسی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ تو پھر کیا ضرورت ہے، کہنے کی کہ وہ چار سو اونٹ کا بوجھ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعین نہیں فرمایا گیا تو تعین کبھی عظمت کی سند نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تیسرا ارشاد یہ ہے۔ کہ قرآن پاک کو جاری وساری مانا جائے اور ہر آیت کو شان نزول کے ساتھ ہی مخصوص نہ کر دیا جائے۔ چونکہ کتاب کا نزول للناس ہے۔ اور جاری ہے۔ اور قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کیلئے ہے اس لئے آیات کو شان نزول کیساتھ مختص کر دینا اس کے حال ہونے کا انکار ہوگا۔ اگر تفسیر کرنیوالا اس بات کی ضمانت دے کہ اس کی اتباع سے وہی نتائج مرتب ہوں گے جو ماضی میں ہو چکے ہیں۔ اور جن کا دعویٰ کیا

جارہا ہے۔اور وہ اس دعوت کے بدلے کسی اجر کا سوال نہ کرے۔تو اس کی اتباع میں یقیناً دنیا کی فلاح بھی ہے اور ہوگی، آخرت کی بھی فلاح ہوگی۔

حاصل

ہر آیت سے کیا حاصل ہوا۔یہ عملی حصہ ہے۔جسے آپؓ نے حاصل کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بشارت دی ہے جو حکم کو سن کر بطریق احسن اس پر پورے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت بے مقصد نازل نہیں فرمائی۔یقیناً کتاب حکیم کی ہر آیت میں حکمت ہے۔اور ہر آیت کو سن کر ہم پر ایک حق عاید ہوتا ہے۔اب جب تک اس حق کو پورا نہ کریں اس آیت کو ماننے کا ثبوت نہیں ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے مومن کی نو صفات بیان فرمائی ہیں توبہ کرنا، عبادت کرنا، حمد کرنا، روزہ رکھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، بھلائی کا امر کرنا، برائی سے منع کرنا، اور حدود اللہ کی حفاظت کرنا۔اس ارشاد خداوندی کو سننے کے بعد اگر یہ صفات ہم میں پائی جائیں، تو ارشاد ہمارے لئے نافع ہوگا۔کیونکہ یہ کلام یَنۡفَعُ الصَّادِقِیۡنَ ہے یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔کہ ہر آیت کیساتھ جو حق ہم پر عائد ہوتا ہے وہ ہمیں معلوم ہو۔اور ہم اپنا احتساب کریں۔اگر حق ادا ہو رہا ہے تو شکریہ ادا کریں اور اگر قابل اصلاح ہیں تو اصلاح کو اختیار کریں۔

شہادت

اس سلسلے کے آخری حصے کو آپؒ نے شہادت کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔آپؒ کا ارشاد ہے ۔کہ قرآن پاک حکم خداوندی ہے اور اپنی صداقت کی سند رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مقام رکھا ہے۔کہ کلام اللہ ہی کلام اللہ کا شاہد ہو۔اس کتاب پاک کی صفات کے بیان میں ارشاد ہے۔

كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ ط یہ کتاب ہے ایک دوسرے بیان والی

اگر ایک مقام پر دعویٰ ہے تو دوسرے مقام پر شہادت ہے اور شہادت دعویٰ ہو جائے تو دعویٰ شہادت ہو جائے گا۔ ہر رکوع کے آخر پر شہادت بیان فرمائی گئی ہے۔اس تعارف کیساتھ سورۃ یوسفؑ کی ایک آیت کا ترجمہ،تفسیر ،حاصل اور شہادت پیش خدمت ہے۔آیت ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ق وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ج كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ ط اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ o

ترجمہ: اور بے شک وہ آپ کی طرف مائل ہوئی اور آپ اس کی طرف مائل ہوتے اگر اپنے رب کیطرف سے برہان نہ دیکھ لیتے۔اس طرح ہم نے برائی اور فحش کو آپ کے پاس پھٹکنے نہ دیا۔بے شک وہ ہمارے عباد مخلصین سے ہیں۔

تفسیر:۔آپ حضرات نے ملاحظ فرمایا ہوگا۔کہ یہاں وقف هَمَّتْ بِهٖ پر

ہے۔ بعض صاحبان نے وقف هَمَّ بِهَا پر لکھا ہے۔ اب یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ اس وقف کا اصل مقام کون سا ہے۔ اسی سے اصل تفسیر واضح ہوگی۔
اصول وقف یہ ہے۔ کہ جب بیان خیر اور غیر کے ملنے کا امکان ہو تو ان کے درمیان امتیاز کیلئے وقف رکھا جاتا ہے اب ترجمے پر نظر فرمایئے۔ وہ تو آپکی طرف مائل ہوئی اگر هَمَّ بِهَا کے بعد وقف ہو تو معنی ہوں گے وہ بھی اس کی طرف مائل ہوئے۔ اگر ان معنوں کو درست مان لیا جائے۔ تو لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کی شرط بے معنی ہو جاتی ہے۔ اس شرط کی موجودگی سند ہے۔ اس امر کی، کہ آپ اس کی طرف مائل نہیں ہوئے معلوم ہوا۔ وقف هَمَّتْ بِهٖ پر ہی ہونا چاہیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک رہنے کے ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔

جب اس عورت نے کہا هَيْتَ لَكَ، تو آپؑ نے فرمایا۔ معاذ اللہ بے شک میرے رب نے مجھے احسن رکھا ہے۔ اور بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ آپؑ نے اس عمل کو ظلم جانا اور خسارہ جانا۔ لہذا آپؑ کا اسکی طرف مائل ہونا ممکن ہی نہ رہا کیونکہ خسارے کو دیکھ کر خسارے کا رخ کرنا شعور کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حکم اور علم عطا فرمایا تھا۔ اور آپ محسنین سے تھے لہذا غیر احسن عمل کو آپ سے نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جس کو علم الٰہی عطا ہو جائے

، برہان عطا ہو جائے۔ اگر اس کا غیر کی طرف مائل ہونا مان لیا جائے۔ تو یہ علم الٰہی کی تضحیک ہو گی اور بہت بڑی گستاخی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ شاہد ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ

اس طرح ہم نے برائی اور فحش کو آپ پاس پھٹکنے نہ دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی شہادت ہی رو ادتنی عن نفسی ۔ اس نے مجھے لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں۔ آپؑ سے اس برے عمل کے نہ ہونے کا ثبوت ہے اب جان لیجئے! شاہد کون تھا وہ شاہد ایک بچہ تھا۔ جو ابھی کلام نہیں کرتا تھا۔ ثبوت :۔ یہ عمل خلوت کا تھا۔ اور بالغ شاہد کی موجودگی میں محال تھا۔ پھر اس بچے کی موجودگی بھی ممکن نہیں جو بول سکتا ہو۔ اب وہ بچہ بولا کیسے؟ امر الٰہی سے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی نصرت فرماتے ہیں اور شہادت ہمیشہ حاضر کی ہوتی ہے۔

آپؑ کا حال ھو من الصادقین کے مطابق تھا۔ اس لئے کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ یہ آپ کی پاکیزگی کا ثبوت تھا۔ عزیز مصر کی شہادت اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ بے شک اے عورت تو خطا کار ہے۔ آپ کے مائل نہ ہونے پر سند ہے۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو رجیم قرار دے دیا۔ تو اس نے مہلت مانگی۔ جب اسے یوم معلوم تک مہلت دے دی گئی تو کہنے لگا۔

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ o
تو مجھے قسم ہے تیری عزت کی سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے عباد مُخلصین کے۔ معلوم ہوا عباد مُخلصین کا اغوا ممکن نہیں۔ اب غور کیجئے اس آیت میں آپؑ کے مُخلصین سے ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے ارشاد ہے۔

اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ط بے شک وہ ہمارے عباد مُخلصین سے ہیں۔

اس سے صاف روشن ہو گیا۔ کہ آپکے ساتھ کسی ناقص بات کو منسوب کرنا خلاف حق ہے۔ جان لیجئے صدق کا رخ ہمیشہ اللہ کی طرف ہوتا ہے اور کذب کا رخ ہمیشہ اپنی خواہش کی طرف ہوتا ہے

اب اس سلسلے میں اس عورت کی ذاتی شہادت کو بھی دھیان میں رکھیئے۔ جب مہمان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے، حیرت میں اور کہنے لگیں اِنَّ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ o یہ تو کوئی مکرم فرشتہ ہی ہے تو عزیز مصر کی عورت نے کہا فذالکن الذی لمتتنی فیه ط تو یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ اور شہادت دی ولقد راودته عن نفسه فاستعصم ط اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو یہ معصوم رہے۔

حضرت یوسفؑ کا دعویٰ پاکی کا تھا۔ آپؑ پر عیب لگانے والی خود کہتی ہے انا راودته عن نفسه وانه لمن الصدقین میں نے ہی ان کا جی

لبھانا چاہا۔اور بے شک وہ صادق ہیں۔

یاد رکھئے ،اس فعل کا ظلم جاننا آپؑ کی طہارت اور معصوم ہونے کا ثبوت ہے آپؑ کا علم الہٰی اور حکم الہٰی سے سرفراز ہونا پاک ہونے کا ثبوت ہے۔ برہان کو دیکھنا پاک ہونے کا ثبوت ہے۔اللہ تعالیٰ کی نصرت آپؑ کے پاک ہونے کا ثبوت ہے۔آپؑ کا مخلص ہونا پاک ہونیکا ثبوت ہے۔قمیض کا پیچھے سے
پھٹنا آپؑ کے پاک ہونے کا ثبوت ہے۔عزیز مصر آپ کی صداقت کو مانتا ہے آپؑ کا دعویٰ پاک ہونے کا ثبوت ہے ۔خود عزیز مصر کی عورت آپؑ کے پاک رہنے پر شاہد ہے۔آپؑ کا قید کو پسند کرنا اور دعا کرنا پاک ہونے کا ثبوت ہے۔اس کے باوجود جو یہ کہے کہ آپؑ بھی مائل ہوئے وہ ظن کا اتباع کرتا ہے۔

ہمیں جاننا چاہیے، جب تک ہم مخلص ہونے کی سند نہیں رکھتے خطرہ موجود ہے۔اخلاص کا علم مخلصین کی معیت سے حاصل ہوتا ہے ۔اور معیت صفات کی موجودگی سے ثابت ہوتی ہے۔اگر مخلصین کی صفات ہم میں موجود ہیں۔تو ہم ان کی معیت میں ہیں ۔ورنہ ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں ہیں۔ مخلصین خواہش کی اتباع سے پاک ہوتے ہیں۔

اگر ہمارے معاملات مخلوق کیساتھ فی سبیل اللہ ہیں ۔اور مخلصین

ہمارے شاہد ہیں تو حق بندگی ادا ہو رہا ہے۔ ورنہ اصلاح کو اختیار کرنا حق ہے اگر اس حال پر اصلاح کو اختیار نہ کیا گیا۔ تو عمل کیلئے دیا گیا وقت پورا ہونے کے بعد توبہ قابل قبول نہیں ہوگی۔ چونکہ اس وقت ایمان کو صالح اعمال سے سچا ثابت نہیں کیا جا سکے گا۔ اور قول وہی سچا ہوتا ہے۔ عمل جس کا شاہد ہو۔ یاد رکھئے یہ وقت اپنے احتساب کا ہے۔

حاصل:۔ خیر اور غیر کے مابین عملاً وقف رکھنا شان برہان ہے۔ مخلص کے ساتھ کسی غیر بات کا منسوب کرنا ناحق ہے۔ عباد مخلصین کی اتباع سے ہی مخلص ہونے کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

تفسیر پاک

اُتۡلُ مَآ اُوۡحِیَ: پارہ ۲۱:۔ سورۃ سجدہ:۔ آیات ۱ تا ۱۱

۱) الٓمّٓ ○

☆ فرمایا۔ صاحبو! یہ حروف مقطعات ہیں، ان کا مقام خلوت کا ہے اس لئے ان پر زبان کھولنے کا حکم ہی نہیں ہے۔ یہ حضورؐ کی عظمت کا بین ثبوت ہیں۔

حاصل:۔ ہمیں حروف مقطعات کو حضورؐ کی عظمت کا ثبوت جاننا چاہیے۔ آپ کو اپنے جیسا کہنا ادب کے منافی ہے۔

۲) تَنۡزِیۡلُ الۡکِتَابِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔

☆ فرمایا۔ صاحبو! مخلوق کے کلام کی مثل پیش کی جاسکتی ہے۔ چونکہ مخلوق کی مثل موجود ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے۔ اس کے کلام کی مثل پیش نہیں کی جاسکتی۔ فرمان خداوندی ہے فَاتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ط اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ○ اس کی مثل ایک سورۃ تو لاؤ اگر تم سچے ہو، حضورؐ کے منکرین حضور کو صادق مانتے تھے۔ امین مانتے تھے۔ کتاب کو نزول خداوندی اس لئے نہیں مانتے تھے کہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف بات تھی۔ پہلی کتابیں اس کی شاہد ہیں۔ یہ ان کی مصدق ہے۔ اس لئے اس میں، کوئی شک نہیں۔ کہ یہ کتاب رب

العالمین کیطرف سے نازل ہوئی ہے۔

جان لو! رسول اللہ ﷺ پر اس لئے نازل ہوئی یہ کتاب کہ رسول اللہ ﷺ فرمان خداوندی کا عملی نمونہ مخلوق کے سامنے رکھیں، تو لوگوں کو اس کی اتباع کی بدولت صراط مستقیم عطا ہو۔

حاصل:۔ ہمیں قرآن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا ہوا جاننا چاہیے اس میں ذرہ برابر شک نہیں لانا چاہیے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے۔ اس میں ہدایت متقین کیلئے ہی ہے۔ کیونکہ نصیحت ماننے والوں کو ہی نافع ہوتی ہے۔

۳) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ج بَلۡ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰهُمۡ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ○

ترجمہ: کیا ان کا قول ہے کہ ان کا افتریٰ ہے بلکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ تاکہ تم اس قوم کو ڈرسناؤ، جن کے پاس تم سے قبل کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

☆ فرمایا۔ صاحبو! جو لوگ قرآن پاک کو فرمان خداوندی جانتے ہیں۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا نازل فرمایا ہوا جانتے ہیں۔ اس کو اپنا حال بناتے ہیں۔ جو لوگ اس کو فرمان خداوندی نہیں جانتے، وہ اسے افتریٰ کہتے ہیں۔ جو لوگ فرمان خداوندی کو اپنی خواہش کے مقابل کم درجہ دیتے ہیں۔ وہ مکذبین حق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نَزَّلۡنَا عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ .

اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ منشاء نزول یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جن لوگوں کے پاس پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا ہو انہیں ڈر سنایا جائے۔ جو فرمان خداوندی کو سن چکا ہو، اس پر حق ہے۔ کہ وہ اس پر پورا رہے اس لئے وہ لوگ پہلے جو اہل کتاب ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ حق کو پاکر اس کی تصدیق کریں جو لوگ پہلے اہل کتاب نہیں ہیں۔ انہیں فرمان خداوندی پہنچانا حق ہے۔ تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ ہدایت پانے کیلئے ضروری ہے کہ ہادی کی صفات کو اپنایا جائے جو حیات دنیا کی زینت کو مقصود بنائے وہ کبھی ہدایت نہیں پاتا۔

حاصل:۔ ہمیں ان لوگوں کو پیغام حق پہنچانے کا حق خاص طور پر ادا کرنا چاہیے۔ جو اہل کتاب نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے سچے ہونے کی سند رکھنی چاہیے۔ اور وہ اسی صورت میں ہوتی ہے جب حکم خداوندی ہمارا حال ہو۔

۴) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ط اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ o

ترجمہ: اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن میں خلق فرمایا، پھر عرش پر استوا فرمایا۔ اس کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست اور شفاعت کرنیوالا ہے۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

☆ فرمایا۔صاحبو! یہ ان لوگوں سے خطاب ہے جو نصیحت نہیں مانتے ایمان نہیں لاتے ارشاد ہے اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن میں خلق فرمایا۔ پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔ جو خالق کل ہے، کیا اس کے لئے انسان کو موت کے بعد اٹھانا مشکل ہوگا۔ بالکل نہیں۔ وہ قادر مطلق ہے، وحدہ لاشریک ہے۔ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا، تو اس کے عرش کی طرف راستہ ڈھونڈ نکالتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا، وہ اپنے ظن گمان کو ضرور مانتا ہے۔ کیونکہ ظن کبھی حق سے مستغنی نہیں کرسکتا۔ اس لئے منکرین حق کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ شفاعت کرنیوالا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ صاحبو! اللہ تعالیٰ شفاعت کرنیوالا نہیں ہے۔ بخشوانے والا نہیں ہے۔ بلکہ شفاعت کو قبول کرنیوالا ہے اور بخشنے والا ہے اللہ تعالیٰ صالحین کو دوست رکھتا ہے۔ جو صالحین کی معیت میں رہیگا۔ اور ان کو دوست رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھے گا۔ اللہ کے دوست ہونے سے بڑا انعام اور کیا ہوسکتا ہے۔

حاصل :۔ اللہ ہی خالق کل ہے۔ وہی دوبارہ خلق فرمائے گا۔ جو لوگ حال پر نصیحت کو نہیں مانتے۔ ان کا آخرت میں نہ دوست ہوگا نہ شفاعت کرنے والا۔ ہمیں اللہ کے دوستوں کو دوست بنانا چاہیے۔

۵) يُدَبِّرُ الامْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقدَارُهُ اَلفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ٥

ترجمہ: امر کی تدبیر فرماتا ہے، آسمان سے زمین کی طرف پھر اس کی طرف ہی رجوع کرے گا۔ ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے اعداد کے مطابق ہزار برس ہے۔

☆ فرمایا۔ صاحبو! حکم اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ ہے۔ اس لئے وہی امر کی تدبیر فرماتا ہے۔ جب تک قیامت نہیں آتی یہی صورت رہے گی۔ پھر جب قیامت آئے گی سب امور اسی کی طرف رجوع کریں گے۔ اور اس دن کی مقدار حال کے دن کے مطابق ہزار برس ہوگی۔ کیونکہ اس وقت شمس وقمر نہیں ہوں گے اسلئے پیمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے حال کو پیمانہ فرمایا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس کے متعلق کافر کہیں گے ھٰذا یَومٌ عَسِرٌ . یہ دن بڑا سخت ہے، بڑے فائدے کے حصول کے لئے چھوٹے فائدے کو قربان کرنا بڑی عقلمندی ہے۔ اس لئے اپنی خواہشات کو رضائے خدا پر قربان کردینا بڑی ہی اعلیٰ تجارت ہے، جس میں گھاٹا نہیں۔

حاصل:۔ ہمیں جاننا چاہیے، حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ سب کو اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ہمیں جاننا چاہیے، اس دن کی سختی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ حال پر برائی سے اجتناب کیا جائے۔

٦) ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُo

ترجمہ: یہی ہے غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والا، غیرت والا، رحم فرمانے والا۔

☆ فرمایا۔صاحبو! اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے۔اس لئے وہی ہے ظاہر کا بھی علم رکھتا ہے۔باطن کا بھی ۔جو ظاہر کا علم رکھنے والا ہو،اس کے سامنے ظاہری برائی نہیں کی جاتی ۔جو باطن کا علم رکھنے والا ہواس کے سامنے باطنی برائی محال ہے۔اس لئے برائی نہ ہماری خلوت میں ہونی چاہیے نہ جلوت میں ۔عزت اللہ ہی کی ہے۔اس کے رسول ﷺ کی ہے اور مومنین کی ہے۔رحم فرمانے والا بھی وہی ہے۔اس لئے جو عزت چاہتا ہو اسے بھی اللہ کا حکم ماننا لازم ہے اور جو اس کا رحم چاہتا ہو اسے بھی اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔پھر اس میں فلاح بھی ماننے والے کی ہی ہے۔

حاصل :۔ہمیں جاننا چاہیے۔جو اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔وہی ظاہر اور باطن کا علم رکھنے والا ہے۔وہی عزت والا رحم فرمانے والا ہے۔ہمیں اس کے حکم میں رہنا چاہیے۔

٧) الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍo

ترجمہ: وہ جس نے ہر شے احسن خلق فرمائی ،اور انسان کی خلق کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔

☆ فرمایا۔صاحبو! اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے، اور احسن الخالقین ہے۔اس لئے ہر شے اس نے احسن پیدا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا علیم ہے۔اور خبیر ہے۔اس نے ہر شے کو ایک مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے۔جان لو احسن تخلیق وہ ہے جو مقصد تخلیق کو بطریق احسن پورا کرتی ہو ہر شے اپنے مقصد تخلیق کو بخیر وخوبی پورا کر رہی ہے سوائے ان اجسام کے جو شعور رکھتے ہوئے اپنی خواہش کی پرستش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدائی تخلیق مٹی سے فرمائی۔یاد رکھو! جو اپنی تخلیق پر نظر رکھے وہ کبھی تکبر نہیں کرسکتا۔جو اپنی تخلیق پر نظر نہ رکھے وہ تکبر سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل:۔ہمیں جاننا چاہیے، جب ہر شے مقصد تخلیق کو پورا کر رہی ہے۔تو لازم ہے۔کہ ہم بھی اپنے مقصد تخلیق کو پورا کریں۔ہمیں اپنی تخلیق اولیٰ یاد رکھنا ضروری ہے۔ہمیں تکبر نہیں کرنا چاہیے

۸) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝

ترجمہ: پھر اس کی نسل ٹھہرائی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے۔

☆ فرمایا۔صاحبو! اللہ تعالیٰ اتنا بڑا قادر مطلق ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔اس نے انسان کو مٹی سے خلق فرمایا۔پھر اس میں بقائے نسل کیلئے ایک دوسرا اصول ٹھہرادیا۔جو مادہ منویہ کی صورت سے ہے۔جو اللہ مادہ منویہ کو انسان کی صورت دے دیتا ہے، اس کیلئے انسان کو موت کے بعد اٹھانا قطعاً

۵) یُدَبِّرُ الامْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَo

ترجمہ: امر کی تدبیر فرماتا ہے، آسمان سے زمین کی طرف پھر اس کی طرف ہی رجوع کرے گا۔ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے اعداد کے مطابق ہزار برس ہے۔

☆فرمایا۔صاحبو! حکم اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ ہے۔اس لئے وہی امر کی تدبیر فرماتا ہے۔جب تک قیامت نہیں آتی یہی صورت رہے گی ۔پھر جب قیامت آئے گی سب امور اسی کی طرف رجوع کریں گے ۔اور اس دن کی مقدار حال کے دن کے مطابق ہزار برس ہوگی ۔کیونکہ اس وقت شمس وقمر نہیں ہوں گے اسلئے پیمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے حال کو پیمانہ فرمایا ہے۔یہ وہ دن ہے جس کے متعلق کافر کہیں گے ھٰذا یَومٌ عَسِرٌ .یہ دن بڑا سخت ہے، بڑے فائدے کے حصول کے لئے چھوٹے فائدے کو قربان کرنا بڑی عقلمندی ہے۔اس لئے اپنی خواہشات کو رضائے خدا پر قربان کردینا بڑی ہی اعلیٰ تجارت ہے، جس میں گھاٹا نہیں۔

حاصل :۔ہمیں جاننا چاہیے، حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔سب کو اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ہمیں جاننا چاہیے، اس دن کی سختی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ حال پر برائی سے اجتناب کیا جائے۔

٦) ذَٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ○

ترجمہ: یہی ہے غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والا، غیرت والا، رحم فرمانے والا۔

☆ فرمایا۔ صاحبو! اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ اس لئے وہی ہے ظاہر کا بھی علم رکھتا ہے۔ باطن کا بھی۔ جو ظاہر کا علم رکھنے والا ہو، اس کے سامنے ظاہری برائی نہیں کی جاتی۔ جو باطن کا علم رکھنے والا ہو اس کے سامنے باطنی برائی محال ہے۔ اس لئے برائی نہ ہماری خلوت میں ہونی چاہیے نہ جلوت میں۔ عزت اللہ ہی کی ہے۔ اس کے رسول ﷺ کی ہے اور مومنین کی ہے۔ رحم فرمانے والا بھی وہی ہے۔ اس لئے جو عزت چاہتا ہو اسے بھی اللہ کا حکم ماننا لازم ہے اور جو اس کا رحم چاہتا ہو اسے بھی اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ پھر اس میں فلاح بھی ماننے والے کی ہی ہے۔

حاصل:۔ ہمیں جاننا چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ وہی ظاہر اور باطن کا علم رکھنے والا ہے۔ وہی عزت والا رحم فرمانے والا ہے۔ ہمیں اس کے حکم میں رہنا چاہیے۔

٧) الَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ○

ترجمہ: وہ جس نے ہر شے احسن خلق فرمائی، اور انسان کی خلق کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔

☆ فرمایا۔صاحبو! اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے، اور احسن الخالقین ہے۔اس لئے ہر شے اس نے احسن پیدا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا علیم ہے۔اور خبیر ہے۔اس نے ہر شے کو ایک مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے۔جان لو احسن تخلیق وہ ہے جو مقصد تخلیق کو بطریق احسن پورا کرتی ہو ہر شے اپنے مقصد تخلیق کو بخیر وخوبی پورا کر رہی ہے سوائے ان اجسام کے جو شعور رکھتے ہوئے اپنی خواہش کی پرستش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدائی تخلیق مٹی سے فرمائی۔یاد رکھو! جو اپنی تخلیق پر نظر رکھے وہ کبھی تکبر نہیں کرسکتا۔جو اپنی تخلیق پر نظر نہ رکھے وہ تکبر سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل:۔ ہمیں جاننا چاہیے، جب ہر شے مقصد تخلیق کو پورا کر رہی ہے۔تو لازم ہے۔کہ ہم بھی اپنے مقصد تخلیق کو پورا کریں۔ہمیں اپنی تخلیق اولیٰ یاد رکھنا ضروری ہے۔ہمیں تکبر نہیں کرنا چاہیے

۸) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ o

ترجمہ: پھر اس کی نسل ٹھہرائی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے۔

☆ فرمایا۔صاحبو! اللہ تعالیٰ اتنا بڑا قادر مطلق ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔اس نے انسان کو مٹی سے خلق فرمایا۔پھر اس میں بقائے نسل کیلئے ایک دوسرا اصول ٹھہرا دیا۔جو مادہ منویہ کی صورت سے ہے۔جو اللہ مادہ منویہ کو انسان کی صورت دے دیتا ہے، اس کیلئے انسان کو موت کے بعد اٹھانا قطعاً

مشکل نہیں ہوسکتا۔ جو فرد اپنی تخلیق پر نظر رکھے، وہ کبھی تکبر نہیں کرتا اور جو اپنی قدر پر نظر نہ رکھے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔

حاصل:۔ ہمیں جاننا چاہیے ہماری پیدائش ایک بے قدر قطرے سے ہوئی ہے ،اگر ہم پاک ہیں۔تو ہماری قدر ہے اللہ کے ہاں ورنہ نہیں۔ہمیں کبھی تکبر نہیں کرنا چاہیے۔

۹) ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

ترجمہ: پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح سے نفخ دیا۔اور اس کیلئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔کتنا قلیل شکر کرتے ہو۔

☆فرمایا۔صاحبو! نطفہ قرار پانے کے بعد وہ علقہ بنتا ہے۔پھر مضغہ بنتا ہے۔پھر وہ درست ہوتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کے امر سے اس میں روح پڑتی ہے کان بھی وہی عطا کرتا ہے۔آنکھیں بھی وہی عطا کرتا ہے۔دل بھی وہی عطا کرتا ہے۔جان لو! کان نہ ہوتے تو ایک دوسرے کے کام آنا مشکل ہوتا۔معاشرہ بطریق احسن وجود میں نہ آتا۔آنکھیں نہ ہوتیں تو مشاہدہ نہ ہوسکتا۔امتیاز نہ ہوسکتا۔دل نہ ہوتا تو چاہت نہ ہوتی۔کان کا شکر یہ یہ ہے کہ کان سے حق کو سنائے جائے۔آنکھ کا شکر یہ یہ ہے کہ آنکھ سے حق کو دیکھا جائے۔اور دل کا شکر یہ یہ ہے۔کہ دل کو پاک بندوں سے لگایا جائے۔کیونکہ

مشکل نہیں ہوسکتا۔جو فرد اپنی تخلیق پر نظر رکھے،وہ کبھی تکبر نہیں کرتا اور جو اپنی قدر پر نظر نہ رکھے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔

حاصل :۔ہمیں جاننا چاہیے ہماری پیدائش ایک بے قدر قطرے سے ہوئی ہے ،اگر ہم پاک ہیں۔تو ہماری قدر ہے اللہ کے ہاں ورنہ نہیں۔ہمیں کبھی تکبر نہیں کرنا چاہیے۔

۹) ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَالأَفْئِدَةَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ٥

ترجمہ: پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح سے نفخ دیا۔اور اس کیلیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔کتنا قلیل شکر کرتے ہو۔

☆فرمایا۔صاحبو!نطفہ قرار پانے کے بعد وہ علقہ بنتا ہے۔پھر مضغہ بنتا ہے۔پھر وہ درست ہوتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کے امر سے اس میں روح پڑتی ہے کان بھی وہی عطا کرتا ہے۔آنکھیں بھی وہی عطا کرتا ہے۔دل بھی وہی عطا کرتا ہے۔جان لو! کان نہ ہوتے تو ایک دوسرے کے کام آنا مشکل ہوتا۔معاشرہ بطریق احسن وجود میں نہ آتا۔آنکھیں نہ ہوتیں تو مشاہدہ نہ ہوسکتا۔امتیاز نہ ہوسکتا۔دل نہ ہوتا تو چاہت نہ ہوتی۔کان کا شکر یہ ہے کہ کان سے حق کو سنائے جائے۔آنکھ کا شکر یہ ہے کہ آنکھ سے حق کو دیکھا جائے۔اور دل کا شکر یہ ہے۔کہ دل کو پاک بندوں سے لگایا جائے۔کیونکہ

۱۱) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ؏

ترجمہ: فرما دیجئے تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف رجوع ہو گے۔

☆ فرمایا۔ صاحبو! عمل کیلئے دی گئی مہلت کے پورا ہونے کو موت کہتے ہیں۔ جب وقت پورا ہو چکتا ہے، تو ملک الموت تشریف لا کر وفات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بوقت موت توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ عمل کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے پھر ہر ایک کو اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ جو پیدا کرتا ہے۔ پھر موت دیتا ہے۔ وہ پھر بھی پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کو اس کیلئے کی جزا دے گا۔ اس لئے سب اس کے حضور پیش ہوں گے۔

حاصل:۔ ہمیں وقت موت سے پہلے اپنے آپ کو صاحبان حق کی معیت کی بدولت سچا ثابت کرنا چاہیے۔ ورنہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ندامت ہو گی۔ کیونکہ قول کی صداقت اعمال کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ سجدہ میں فرمایا ہے۔ جب مجرم دربار خداوندی میں سر نیچے کیے ہوں گے، عرض کریں گے، رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً اِنَّا مُوْقِنُوْنَ.

ترجمہ: اے رب ہمارے اب ہم نے دیکھا اور ہم نے سنا۔ ہمیں پھر بھیج دے، کہ صالح عمل کریں بے شک ہمیں یقین آ گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَا وَدُوْدُ

ابتدا تیرے نام سے کرتا ہوں اے رحیم
اے خداوندِ دو عالم اے خداوندِ کریم

انتساب

حضرتِ پیر مقبول الٰہی صاحب مدظلہ العالی

زیب آستانہ قادریہ نوروالوں کا ڈیرہ پاک
لاہور و ماموں کانجن شریف کے نام
جنہوں نے ہر موقع پر شفقت سے نوازا

MUNIB Graphics Fsd. 634373